زبان و ادب کے

تدریسی پہلو

غضنفر

زبان و ادب کے

تدریسی پہلو

غضنفر

یہ کتاب
فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی حکومت اتر پردیش، لکھنؤ کے مالی
تعاون سے شائع ہوئی۔

انتساب

پروفیسر گوپی چند نارنگ

کے نام

© بُشریٰ غضنفر

بشریٰ حمزہ کالونی، نزد اقرا کالونی
نیو سرسید نگر، علی گڑھ
فون نمبر 09411979684

تیسرا اڈیشن: ______ 2009
تعداد: ______ پانچ سو-500
قیمت: ______ ۱۵۰/روپے-/Rs. 150
کتابت: ______ حاذق محمود
ناشر: ______ غضنفر
مطبوعہ: ______ مسلم ایجوکیشنل پریس، بنی اسرائیلان، علی گڑھ

تقسیم کار:

۱۔ بشریٰ پبلی کیشنز : بشریٰ حمزہ کالونی، نزد اقرا کالونی
نیو سرسید نگر، علی گڑھ
09411979684

۲۔ 26/10، گلی نمبر 3
اوکھلا وہار، جامعہ، نئی دہلی

۳۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس : گلی عزیز الدین وکیل، کوچہ پنڈت لال کنواں، دہلی ۶

۴۔ مکتبہ جامعہ لمٹید : جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۵۔ ماڈرن پبلشنگ ہاؤس : گول مارکیٹ، دریا گنج، دہلی ۲

سوانحی کوائف

نام	:	غضنفر علی
قلمی نام	:	غضنفر
تاریخ پیدائش	:	۹ / مارچ ۱۹۵۳ء
وطن	:	چوراؤں، گوپال گنج، بہار
تعلیم	:	ایم۔اے (اردو) پی۔ایچ۔ڈی (علیگ)
پیشہ	:	یونی ورسٹی ملازمت
عہدہ	:	ڈائریکٹر، اکادمی برائے فروغ استعدادِ اردو میڈیم اساتذہ

ٹی۔ٹی۔آئی۔بلڈنگ، مولانا محمد علی جوہر مارگ
جامعہ ملّیہ، اسلامیہ، نئی دہلی
فون 09918442692

پتہ : پروفیسر غضنفر
ڈائریکٹر، **Prof. GHAZANFAR**
Director APDUMT
T. T. I. Building
Jamia Millia Islamia
New Delhi

مشمولات

۱- اردو اور رویے

۲- اردو قاعدے کلاس روم کی روشنی میں

۳- اردو رسمِ خط

۴- تحریر کی تدریس کا طریقۂ کار

۵- تلفظ کی تدریس کا طریقۂ کار

۶- ادب کا تعارف

اُردُو اور رویّے

اردو ایک عجیب و غریب صورت حال سے دوچار ہے ۔ یہ ہندوستان کی شاید واحد ایسی زبان ہے جس کے متعلق طرح طرح کے رویے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض رویے خاصے دلچسپ بھی ہیں۔ مثلاً جن لوگوں کا رویہ اس کے تئیں اصولاً معاندانہ ہے ۔ ان کا عملاً رویہ موافقانہ ہے اور جن کا اصلاً موافقانہ اور ہمدردانہ ہے، عملاً معاندانہ ہے ۔اور کچھ لوگوں کا رویہ خالصتاً مصلحتانہ اور منافقانہ ہے۔

یہاں تین اہم رویوں کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے ۔سب سے پہلے ہم غیر اردو والوں کے رویے کو سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ غیر اردو والوں کے رویے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک عملی اور دوسری نظری۔ ان کا عملی رویہ موافقانہ بلکہ عاشقانہ ہے ، عملی طور پر یہ طبقہ اردو کی اہمیت ، افادیت ، قدر و قیمت اور اس کی قوت و تاثیر کا قائل نظر آتا ہے ۔ اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ یہ طبقہ اپنی گفتگو میں اردو کے الفاظ و روزمرّہ استعمال کرنے کی شعوری کوشش کرتا ہے ۔ بات کو پُر اثر بنانے کے لیے اشعار کا بھی سہارا لیتا ہے ۔تقریر، تحریر ، نظامت ، جلسہ جلوس ، نعرے بازی ، نفرت ، محبت سب میں اردو کے دلکش اور جوشیلے الفاظ اور زوردار لب و لہجے کو شامل کر کے کاٹ دار بنانا چاہتا ہے ۔ نجی محفلوں سے لے کر شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقع پر غزل گائیکی کے پروگرام کو اوّلیت دینا اور گھر ، دفتر ، کار ، بس ،

ٹرین، یہاں تک کہ لفٹ میں غزلوں کا اہتمام کرنا اس کے موافقانہ رویے کا واضح عملی ثبوت ہے لیکن ان کا نظری رویہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اردو زبان کی ترقی اور اس کی بقا کے سلسلے میں اس طبقے کا رویہ لاتعلقی کا رویہ ہے یا پھر معاندانہ ہے۔ جب بھی اس زبان کی ترویج و ترقی اور فروغ کی بات سامنے آتی ہے تو اس زبان کی طاقت اور تاثیر کا فائدہ اٹھانے اور اس کی دلکشی اور نغمگی پر سر دُھننے والے اس کے حق میں بولنے کے بجائے لاتعلق بن جاتے ہیں۔ اور اس وقت اپنی زبان سی لیتے ہیں یا پھر اس کی طرف داری کرنے کے بجائے اس کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ معاندانہ رویہ کبھی کبھی تو اس حد تک جارحانہ صورت اختیار کر لیتا ہے کہ وہ اِسے بدیسی زبان کہہ کر اسے ملک بدر کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اِسی کے لفظوں میں اِس کے خلاف زہر اگلنے لگتے ہیں۔ ایسا غالباً وہ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ اگر اردو کی ترقی کی راہیں کھول دی گئیں تو ان کی اپنی زبان جس سے ان کا تہذیبی اور جذباتی رشتہ ہے، کی ترقی رک جائے گی یا یہ کہ اردو ایک بدیسی اور دشمن کی زبان ہے، اس لیے اس کی مخالفت ضروری ہے۔

اردو کے متعلق دوسرا اہم رویہ حکومتِ وقت کا ہے۔ اردو کے سلسلے میں حکومت کے رویے کو مصلحتانہ رویہ کہہ سکتے ہیں۔ حکومت اردو کے سلسلے میں اکثر مصلحت اور دور اندیشی سے کام لیتی ہے اور سیاسی مصلحتوں کے سبب وہ اردو کو نہ تو پوری طرح تسلیم کر پاتی ہے اور نہ ہی اسے پوری طرح نظر انداز کر پاتی ہے۔ آئینی ذمّے داری کے تحت اور اردو عوام کے زور کے زیرِ اثر کبھی وہ اردو کی حیثیت کے اعتراف کا اعلان کر دیتی ہے اور کبھی کسی دوسرے دباؤ کے سبب اپنے وعدے کو اپنی بے عملی اور

حکمتِ عملی سے دبا دیتی ہے۔ اس کا یہ رویّہ سیاسی اُتار چڑھاؤ اور ووٹوں کے اعداد و شمار کے پیشِ نظر نرم اور سخت پڑتا رہتا ہے۔

تیسرا اہم رویّہ اردو والوں کا رویّہ ہے۔ بظاہر یہ لگتا ہے کہ اردو والوں کو اردو سے بے حد پیار ہے کیونکہ ان کے خیموں میں اکثر اردو کا رونا رویا جاتا ہے اور اس طرح کے جملے سننے کو ملتے ہیں اردو کی جڑیں کھودی جا رہی ہیں۔ اردو دشمن طاقتیں اردو کشی پر آمادہ ہیں۔ اردو پر ظلم ہو رہا ہے۔ اردو کے خلاف سازش رچی جا رہی ہے۔ اردو مٹ رہی ہے۔ اردو مر رہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سچ ہے کہ اردو مٹ رہی ہے لیکن اس کو مٹانے میں خود اردو والوں کا اپنا ہاتھ بھی ہے بلکہ ان کا رول زیادہ ہے۔ اس کی بنیاد خود اردو والے کمزور کر رہے ہیں کیوں کہ ان کا عملی رویہ موافقانہ نہ ہو کر معاندانہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ کسی بھی زبان کی بنیاد اس زبان کے پڑھنے، لکھنے، بولنے اور ماحول بنانے سے مضبوط ہوتی ہے مگر کتنے ایسے اردو والے ہیں جو اپنے بچّوں کو اردو پڑھا رہے ہیں؟ کتنے ایسے اردو ادارے ہیں جو بچّوں کے لیے تعلیم و تربیت کا انتظام کرتے ہیں؟ کتنے ایسے اردو کے دعویدار ہیں جو اپنے بچّوں کے لیے اردو کے رسائل اور کتابیں خریدتے ہیں یا خود اپنے لیے اردو اخبار و رسائل اور کتابوں پر پیسے خرچ کرتے ہیں؟ حالاں کہ اردو والے یہ بھی جانتے ہیں کہ اردو کے زندہ رہنے یا نہ رہنے کا انحصار ان کی نئی نسل پر ہے۔ اردو والوں کی نئی نسل کتنی اردو جانتی ہے یہ بات اردو کے مستقبل کا تعین کرے گی۔ صورت حال یہ ہے کہ نئی نسل روز بروز اردو سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہے اور اردو والوں کا اگر یہی رویّہ رہا تو وہ دن دور نہیں کہ ان کی نسل اردو سے پورے طور پر کٹ جائے گی اور جب نئی نسل اردو جانے گی ہی نہیں تو وہ بھلا اس زبان

سے ہمدردی کیا رکھے گی۔ اسے کیوں کر اس زبان کی بقا کی فکر ہوگی۔ ہماری طرح اردو کے لیے وہ کیوں روئے گی۔ ہم بھی اسی لیے روتے ہیں کہ ہم اردو جانتے ہیں۔ اردو جاننے کی وجہ سے ہمیں اس حقیقت کا پتہ ہے کہ اردو ہماری تہذیب و تمدّن کی زبان ہے۔ اردو میں ہمارا مذہبی سرمایہ قلم بند ہے۔ اردو سے ہمارا جذباتی رشتہ بنا ہوا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اردو جاننے والے اور اس زبان سے جذباتی رشتہ رکھنے والے کا اردو کے متعلق عملی رویّہ اردو مخالف ہے تو اس کا رویّہ اس زبان کے تئیں کیسا ہوگا جو نہ اس سے واقف ہے اور جس کا اس زبان کے ساتھ نہ ہی کوئی جذباتی رشتہ بن پایا ہے۔

ہم مان لیتے ہیں کہ اردو والے اردو سے سچا پیار کرتے ہیں۔ اس کی خاطر لڑنے بھڑنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اس کے حق اور بقا کے لیے جلسے کرتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں۔ تحریکیں چلاتے ہیں۔ بھوک ہڑتال بھی کرتے ہیں مگر کیا یہ صحیح نہیں کہ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں ہیں کہ ان کے گھر میں اردو کے رسالے آئیں۔ پابندی سے اردو کا اخبار پہنچے۔ ان کا بچّہ اردو مکتب میں جائے یا اگر کوئی مجبوری ہے تو کوئی اردو کا استاد یا مولوی گھر پر بچّوں کو اردو پڑھا دے جبکہ انگریزی اور دوسرے سبجیکٹ پڑھانے کے لیے ٹیوٹر گھر پر آتا ہے۔

ہم میں سے بہتوں کو یہ گوارا نہیں کہ ہم ٹرین یا بس میں دھڑلّے سے اردو رسائل کھول کر بیٹھیں یا اردو زبان بلا جھجک بولیں مہمانوں کے سامنے اردو کتابوں کی نمائش کریں۔ بیشک ہمارے اس رویے کے اسباب ہیں مگر بہر حال قصوروار ہم (اردو والے) ہی ٹھہرائے جائیں گے۔

یہی نہیں اگر ہمارا کوئی بچّہ کسی طرح اردو سیکھ لیتا ہے اور اس زبان کے شعر و ادب سے اسے شغف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے شوق

کی تکمیل کے لیے اردو میں اعلا تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہم یہ کہہ کر اسے روک دیتے ہیں کہ اردو پڑھ کر وہ کیا کرے گا؟ اس سے اسے ملازمت تو ملے گی نہیں مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ملازمت صرف زبان کے پڑھنے سے نہیں ملتی بلکہ اس کے حصول میں دوسرے سبجکٹ کے بھی ہاتھ ہوتے ہیں۔

یہ تو ہے عملی رویہ اردو والوں کا جو ہندوستان میں تقریباً ہر جگہ دیکھنے کو ملتا ہے اور اس رویہ کی پہلی وجہ شاید یہ ہے کہ آج اردو داں طبقہ اردو پڑھنا، بولنا اور گھروں میں اردو ماحول کو قائم کرنا دقیانوسیت اور پچھڑے پن کی علامت سمجھتا ہے اور دوسری وجہ غالباً یہ ہے کہ اس کے دل و دماغ میں یہ احساس گھر کر گیا ہے کہ آج اردو ایک بے مصرف اور بے اثر زبان ہو کر رہ گئی ہے جس کے سہارے زندگی کے میدان میں آگے بڑھ کر سماجی اور معاشی بلندیوں کو نہیں چھوا جا سکتا۔

اب ذرا ایک نظر ان اداروں، انجمنوں، اکادمیوں، شعبوں وغیرہ کے رویے کی طرف بھی ڈالیں جو اردو کے فروغ اور بقا کے لیے ہر سال حکومت سے لاکھوں روپے کی مراعات حاصل کرتے ہیں اور اردو کے پرچار اور پرسار کا علم اٹھائے پھرتے ہیں — کیا کرتے ہیں یہ ادارے؟ کچھ کتابیں چھاپ دیتے ہیں۔ کچھ کتابوں کی سو دو سو کاپیاں خرید لیتے ہیں۔ کچھ ادیبوں کو مالی تعاون اور کچھ کو انعامات دے دیتے ہیں۔ کچھ ایک مشاعرے کرا دیتے ہیں۔ کبھی کبھار کوئی مذاکرہ اور سیمنار وغیرہ کا بھی اہتمام کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا فرض پورا ہو گیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان تمام انجمنوں اور اداروں نے آج تک اردو کی تعلیم و تدریس پر کتنا پیسہ صرف کیا ہے۔ اردو نصابات کے لیے کیا کیا اقدامات اٹھائے ہیں۔ کیا انھوں نے ایک بھی ایسا اردو قاعدہ تیار کیا ہے یا ایک بھی ایسی کوئی بنیادی کتاب چھاپی ہے جسے انگریزی یا دوسری زبانوں کی بنیادی کتابوں کے مقابلے میں رکھا

جا سکے اور جسے دیکھ کر بچہ اس کی طرف لپک سکے۔ طالب علم اس کتاب میں شامل تحریروں کو پڑھنے کے لیے مچل سکے۔ جو ننگا ہوئے کو اپنی طرف کھینچ سکے، ذہنوں کو اردو پڑھنے اور سیکھنے کے لیے مجبور کر سکے۔ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ ایسی بات نہیں کہ انجمنوں نے اچھی کتابیں نہیں چھاپی ہیں۔ انھوں نے اچھی کتابیں بھی چھاپی ہیں۔ ان اداروں سے خوبصورت شعری مجموعے چھپے ہیں، دیدہ زیب افسانوی مجموعے اور ناول شائع ہوئے ہیں۔ عمدہ تنقیدی اور تحقیقی کتابیں بھی منظرِ عام پر آئی ہیں لیکن ان ساری کتابوں کو موجودہ اردو جاننے والی نسل کے گزر جانے کے بعد کون پڑھے گا؟ ان کا قاری کہاں سے آئے گا؟ ظاہر ہے کہ ان کتابوں کو پڑھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اردو کے سلسلے میں جو بات زیادہ اہم اور قابلِ توجہ تھی، اس پر توجہ نہیں دی گئی۔ جہاں زور لگنا چاہیے تھا، وہاں زور نہیں لگا۔ اصل جو کام ہونا تھا، وہ نہیں ہوا۔ اردو اداروں کے اس رویے کے پیچھے شاید یہ نفسیات کارفرما ہے کہ الف ب کا قاعدہ چھاپنا یا ابتدائی کتاب تیار کرنا ایک بچکانہ اور غیر اہم کام ہے جو ان کے شایانِ شان نہیں ہے حالانکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے پیش کیے گئے خوبصورت شعری مجموعے، دیدہ زیب ناول اور بڑی بڑی تنقیدی تصانیف اس وقت تک کارِ عبث ہیں جب تک ان کا پڑھنے والا موجود نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ان بڑی اور موٹی کتابوں کا قاری اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ چھوٹی چھوٹی بنیادی کتابیں تیار نہیں ہو جاتیں۔ پس یہ ثابت ہوا کہ صحیح معنوں میں اردو کی بنیاد ہلانے اور اس کی جڑیں کھودنے کا کام کوئی اور نہیں بلکہ خود اردو والے کر رہے ہیں۔ اردو کو نقصان ان کے اپنے عملی رویے سے زیادہ پہنچ رہا ہے جو شاید انہیں دکھائی نہیں دیتا یا شاید ان کے ذہنوں میں بھی شعوری یا لاشعوری طور پر یہ احساس داخل ہو چکا ہے کہ جب اردو زبان سے

معاش کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا، جب یہ روزی روٹی کا ذریعہ نہیں بن سکتی تو اس کے تدریسی پہلو پر کیوں وقت اور زر کھپایا جائے۔

مذکورہ بالا رویّوں میں سب سے خطرناک رویّہ اردو کے حق میں اردو والوں کا ہے جس کا سبب غالباً وہی ہے جس کا ابھی ذکر سطورِ بالا میں ہوا ہے۔ جب تک یہ احساس اردو والوں کے ذہنوں سے ختم نہیں ہوگا تب تک ان کے رویّے میں کوئی واضح تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ یہاں بار بار یہ سوال کرنے کو جی چاہتا ہے کہ کیا ہندی اور انگریزی بذاتِ خود معاش کے مسئلے کا حل دیتی ہیں؟ یا دے سکتی ہیں؟ دراصل کوئی بھی زبان معاش کے مسئلے کو پوری طرح حل نہیں کر سکتی۔ زبان کو جانے دیجیے کیا آج کے زمانے میں ہندوستان جیسے کثیر التعداد آبادی والے ملک میں کوئی بھی سبجکٹ معاش کے مسئلے کے حل کی ضمانت دے سکتا ہے؟ انجینرنگ اور ڈاکٹری جو سب سے زیادہ جدید اور تکنیکی علوم ہیں، یہ سبجکٹ کتنے لوگوں کو روزگار فراہم کرتے ہیں؟ ڈاکٹری اور انجینرنگ پڑھنے والے طلبہ کیا سب کے سب ملازمت سے لگ جاتے ہیں، یا وہ اپنی اس عملی پڑھائی کو آسانی سے پرائیویٹ طور پر معاش کا ذریعہ بنا پاتے ہیں؟ آج یہ علوم بھی اس مسئلے کا حل تلاش کرنے میں ناکام ہیں۔ ڈاکٹری اور انجینرنگ جیسے سبجکٹ جن کے پڑھنے میں وقت بھی لگتا ہے اور رقم بھی کافی مقدار میں خرچ ہوتی ہے اور ان پر توجہ بھی ضرورت سے زیادہ دی جاتی ہے، جب روزگار کی ضمانت نہیں دے سکتے تو بھلا بے چاری اِس اردو زبان سے یہ توقع کرنا کہ یہ روزی روٹی کی پوری ضمانت دے کہاں کا انصاف ہے؟ اور یہ کیوں کر ممکن ہے کہ یہ غریب اتنا بڑا بوجھ اکیلے اپنے کندھے پر اٹھا لے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آج لاکھوں انجینر اور ہزاروں ڈاکٹر بے کار پڑے ہوئے ہیں اس کے باوجود انجینرنگ اور ڈاکٹری پڑھنے والوں کی ہر طرف

بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ والدین ٹیوشن پر بے تحاشا دولت خرچ کرنے کے لیے دل و جان سے تیار رہتے ہیں۔ داخلے کے لیے ڈونیشن دینے میں بھی انھیں کسی قسم کی کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ طلبہ رات دن تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔ جگہ جگہ امتحانات دیتے پھرتے ہیں اور اردو جو بہت ہی کم وقت، کم خرچ اور کم توجہ میں آسانی سے ہاتھ آجاتی ہے یا آسکتی ہے، کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ یہ روزگار مہیا نہیں کر سکتی تو اسے کیوں کر پڑھا جائے۔ حالاں کہ ایمان داری سے دیکھا جائے تو اردو روزگار فراہم کرنے میں کسی دوسرے سبجکٹ سے کم نہیں ہے بلکہ دوسرے علوم کے مقابلے میں یہ زیادہ معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اردو والے ذرا معروضی نقطۂ نظر سے جائزہ لے کر بتائیں کہ درس و تدریس کے پیشے سے جو لوگ جڑے ہوئے ہیں ان میں سے کتنوں کو اردو کی بدولت ملازمت ملی ہوئی ہے اور کتنوں کو دوسرے سبجکٹ کی بدولت۔ حقیقت یہ ہے کہ آج مسلم ملازم اساتذہ کی جو تعداد نظر آتی ہے ان میں زیادہ تر وہ اساتذہ ہیں جو اردو زبان کی وجہ سے معلمی کے پیشے میں موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض صوبوں میں اردو کے نام پر بحال ہوئے اردو اساتذہ اردو کے بجائے کوئی اور سبجکٹ پڑھاتے ہیں۔ یہ اساتذہ اگر ذرا بھی توجہ اور محنت سے کام لیں اور پرائمری سطح پر بچوں کی اردو تعلیم کی کارکردگی کو بہتر بنا دیں اور چمکا دیں تو پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ اردو اساتذہ کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے کیوں کہ پڑھنے اور پڑھانے والے موجود ہوں گے تو اسکول تو کھلیں گے ہی اس لیے کہ پیاس لگتی ہے تو کنواں تو کھدتا ہی ہے چاہے آپ کھودیں یا کوئی اور کھودے۔

یہ تو صرف ایک شعبے کی بات ہوئی۔ اگر آپ غور سے جائزہ لیں تو یہ زبان دوسرے شعبوں میں بھی لوگوں کو روزگار فراہم کر سکتی ہے بلکہ کرتی رہی

ہے۔ مثلاً اردو استاد کے علاوہ کلرک، مترجم، رپورٹر، صحافی، کاتب، پبلشر، پرنٹر، بک سیلرز، گلوکار، نغمہ نگار، مکالمہ نگار، منظرنامہ نگار، پروگرام ایگزیکٹو، ڈراما نگار، اداکار وغیرہ تو بناتی ہی ہے، ساتھ ہی اب آئی۔اے۔ایس اور آئی۔پی۔ایس بھی بنانے لگی ہے۔ پچھلے پندرہ بیس سالوں کے مذکورہ بالا سروسوں کے امتحانات کے نتائج پر غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ بہت سے مسلم لڑکے جو ان امتحانات میں کامیاب ہوئے ھیں ان میں زیادہ تر وہ ہیں جن کی کامیابی کے پیچھے اردو کا ہاتھ ہے۔
پس ثابت یہ ہوا کہ جس زبان کو ہم بے مصرف اور حقیر فقیر سمجھتے ہیں وہ حقیقتاً ایک مؤثر اور کار آمد زبان ہے اور اس کے کارنامے اس میدان میں بھی کسی سے کم تر نہیں ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج اردو کے بہی خواہ، دعوے دار، دانشور، ادیب، شاعر، ادارے اور انجمنیں اُردو والوں کی توجہ ان حقائق کی طرف مبذول کرائیں اور یہ احساس دلائیں کہ اردو ان کی تہذیب و تمدن کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے معاش کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔ جس دن اردو والوں کو اِن حقائق کا احساس ہوجائے گا وہ انگریزی اور دوسرے سبجکٹ کی طرح اُسے بھی اوّل درجے کی چیز سمجھنے لگیں گے اور اس دن سے ان کے اندر سے بہت سے احساسات جو اُن سے جونک کی طرح چپٹے ہوئے ہیں، بے جان ہوکر جھڑ جائیں گے۔ ان کے گھروں میں اردو کے اخبارات و رسائل آنے لگیں گے۔ بسوں اور ٹرینوں میں اردو کے اوراق کھلنے لگیں گے۔ ڈرائنگ روم اردو رسالوں اور کتابوں سے سجنے لگیں گے۔ گھر آنگن میں اردو کے تذکرے شروع ہوجائیں گے اور جب بچّے ماں باپ اور اپنے بڑوں کے ہاتھ میں بار

بار اردو کو دیکھے گا۔ ان کی زبان سے اردو کا تذکرہ سنے گا تو اُسے خود بخود اس زبان کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا اور بن بتائے اور بغیر کہے اُس کی توجہ اردو کی جانب مبذول ہونے لگے گی اور اس طرح اردو کی بنیاد خود بخود مضبوط ہوتی چلی جائے گی۔ بنیاد جب مضبوط ہو جائے گی تو عمارت کا بننا یقینی ہے اور اس وقت دوسرے رویّوں میں بھی تبدیلی لازمی ہو جائے گی۔

اُردُو قاعدے
کلاس رُوم کی روشنی میں

اُردُو میں زبان کی تدریس ہمیشہ اور ہر جگہ بے اعتنائی اور بے توجہی کا شکار رہی ہے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج تک اُردُو کا ایک بھی ایسا پرائمر تیار نہ ہو سکا جسے معیاری کہا جا سکے اور جسے اُردُو اداروں اور تعلیم گاہوں نے ہر جگہ یکساں طور پر اپنایا ہو۔ حالانکہ زبان کی تدریس سب سے اہم ہوتی ہے اور بہت حد تک دوسرے علوم کی تدریس کا انحصار بھی اسی پر ہوتا ہے۔ کوئی ایک معیاری قاعدہ نہ ہونے کے سبب اردو زبان کی تدریس میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ یہاں ان دشواریوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جو اردو بحیثیت ثانوی زبان کے پڑھاتے وقت کلاس روم میں پیش آتی ہیں۔

اردو بحیثیت ثانوی زبان پڑھاتے وقت پہلی دشواری اس وقت پیش آتی ہے جب طلبہ کے سامنے اردو حروفِ تہجّی کا چارٹ رکھا جاتا ہے۔ چارٹ پر نظر پڑتے ہی ان میں چہ می گوئیاں شروع ہو جاتی ہیں اور سوالات کہیں کہیں اعتراضات کی حد تک سر اٹھانے لگتے ہیں۔ ثانوی زبان سیکھنے والے طلبہ اپنے اپنے علاقے کے قاعدے بھی اپنے ساتھ لاتے ہیں اور ان میں سے بعض اپنے قاعدوں اور اپنے آس پاس کے اُردُو داں حضرات کی مدد سے حروفِ تہجّی بھی رٹ کر آتے ہیں۔

کوئی پوچھتا ہے کہ الفابیٹ کے اس چارٹ میں ژ کے بعد یہ کون سا حرف ہے جس کے اوپر تین نقطے لگائے گئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے اس چارٹ میں لا تو ہے ہی نہیں۔ کسی کا سوال ہوتا ہے کہ میری کتاب میں تو دو دو ء، ھ ہیں، آپ نے تو ایک بھی نہیں رکھا، ایسا کیوں ہے؟ کوئی ٹوکتا ہے آپ نے تو دو چشمی ھ کو بھی نہیں رکھا۔

کچھ طلبہ یہ جاننے کے لیے بے چین رہتے ہیں کہ اردو کے الفابیٹ میں کتنے حروف ہیں؟ وجہ یہ ہے کہ جن کتابوں کو وہ اپنے ساتھ لاتے ہیں ان میں حروف کی تعداد الگ الگ نظر آتی ہے مثلاً کسی میں 35 جیسے:-

۱- اردو کا قاعدہ - مکتبہ جامعہ لمیٹڈ (اس میں لا، ء، ھ اور ے شامل نہیں ہیں۔ ژ شامل ہے۔)

کچھ قاعدوں میں 36 مثلاً:-

۱- بنیادی نصاب، عتیق احمد صدیقی شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (اس میں ژ، ھ اور لا شامل نہیں ہیں، ء شامل ہے۔)

2- آیئے اُردو سیکھیں، مرزا خلیل بیگ شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ (اس میں ء، ھ اور لا شامل نہیں ہیں۔ ژ شامل ہے۔)

3- سعیدی اُردو قاعدہ، مرتبہ نجم السعیدی فریدی، مکتبۂ عالیہ کانپور (اس میں ژ، ھ اور لا شامل نہیں ہیں، ء شامل ہے۔)

۴- اُردو کیسے پڑھائیں - مرتبہ راجیہ شکشا سنستھان اتر پردیش۔ (اس میں ژ، ھ اور لا شامل نہیں ہیں، ء شامل ہے۔)

کچھ کتابوں میں 37 جیسے

۱- آسان اردو - مرتبہ ڈاکٹر مسعود عالم، شعبۂ اُردو، مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ (اس میں ء اور لا شامل نہیں ہیں ژ اور ھ شامل ہیں۔)

2- آسان اُردو (ہندی کے ذریعے) مرتّبہ شکیل اختر فاروقی۔ (اس میں ھ اور لا شامل نہیں ہیں۔ ژ اور ء شامل ہیں۔)

3- نیا آسان قاعدہ — مرتّبہ اطہر پرویز اور مسرّت زمانی، علی گڑھ (اس میں ھ اور لا شامل نہیں ہیں۔ ژ اور ء شامل ہیں۔)

4- اُردو کا قاعدہ — مرتّبہ انجمن حمایت الاسلام لاہور (اس میں لا اور ھ شامل نہیں ہیں۔ ژ اور ء شامل ہیں۔)

کچھ میں 38 حروف، مثال کے طور پر

۱- ھم پڑھیں، علی گڑھ (اس میں ژ شامل نہیں ہے۔ ء، ھ اور لا شامل ہے۔)

2- اردو کا آسان قاعدہ — مرتّبہ عطیہ رشیدی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی (اس میں لا شامل نہیں ہے۔ ژ، ھ اور ء شامل ہیں۔)

3- ابر رحمت پرائمر — مرتّبہ چھوٹے خاں، گورکھپور (اس میں ژ، ء اور ھ شامل ہیں۔ لا شامل نہیں ہے۔)

4- جدید اردو قاعدہ — مرتّبہ سید محفوظ الرحمان، فرینڈس پبلشنگ ہاؤس علی گڑھ (اس میں ژ، لا اور ء شامل ہیں۔ ھ شامل نہیں ہے۔)

بعض کتابوں میں 39 حروف گنوائے گئے ہیں۔ جیسے

۱- اُردو کا نیا قاعدہ — مرتّبہ خالدہ ناہید، آزاد کتاب گھر دہلی، (اس میں ژ، لا، ھ اور ء شامل ہیں۔)

2- جدید اردو قاعدہ — مرتّبہ ضیاء الاسلام، الہ آباد (اس میں

بھی ژ ، لا ، ھ اور ء چاروں شامل ہیں۔)
اور کسی کسی کتاب میں حروف کی تعداد 41 تک پہنچ گئی ہے۔ مثلاً
اُردو زبان کا قاعدہ - مرتّبہ مولوی محمد اسماعیل میرٹھی۔
(اس میں ژ ، لا ، ھ اور ء کے علاوہ حروفِ تہجّی کے چارٹ میں ھ اور ء کی دو اور شکلیں ہ ھ ، ئ بھی درج ہیں)

ایسی صورتِ حال میں اساتذہ کے لیے یہ مسئلہ بن جاتا ہے کہ وہ انھیں اردو حروف کی صحیح تعداد کیا بتائیں۔ 35 کہیں، 36 بتائیں، 37 لکھوائیں، 38 گنوائیں، 39 سمجھائیں یا 41 پر نشان لگوائیں۔ اس کے علاوہ طلبہ کے اس سوال کا کیا جواب دیں کہ ژ کو حروفِ تہجّی سے کیوں نکال دیا گیا ہے؟ اور لا کو کیوں شامل کر لیا گیا ہے۔ ء کو حرف بتائیں یا محض املائی علامت شمار کریں۔ دو چشمی ھ کو کس زمرے میں رکھیں۔ اساتذہ جب بھی ماہرینِ صوتیات کی مدد سے انھیں یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ چونکہ اردو میں ہمزہ (ء) کی اپنی کوئی آواز نہیں ہوتی اس لیے اسے حروف میں شامل نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ حرف کا درجہ پانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی اپنی آواز بھی ہو، تو اس پر طلبہ کا یہ سوال ہوتا ہے کہ ث ، ص ، ذ ، ض اور ظ بھی اردو میں اپنی کوئی آواز نہیں رکھتے، پھر انھیں کیوں حرف کا درجہ دیا گیا ہے۔

اپنی رہنمائی کے لیے اساتذہ جب ماہرینِ زبان و قواعد کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں سے بھی کوئی اطمینان بخش جواب نہیں ملتا ان کتابوں میں بھی حروفِ تہجّی کی تعداد یکساں ہونے کے بجائے الگ الگ نظر آتی ہے۔ مثلاً "دریائے لطافت" میں انشا نے حروفِ تہجّی کی تعداد اکاون بتائی ہے۔ مولوی عبدالحق قواعدِ اردو میں فرماتے ہیں کہ اُردو

حروفِ تہجی کل ملا کر پچاس ہیں جن میں پندرہ ہائیہ آوازوں والے حروف بھی شامل ہیں۔ خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی نے پندرہ ہائیوں کو ہر سادہ حرف کے بعد داخل کر کے اردو حروفِ تہجّی کی کل تعداد باون مقرر کی ہے۔ پنڈت دتا تریہ کیفی نے اپنی کتاب کیفیہ میں اڑتالیس حروف کی فہرست درج کی ہے جن میں ہائیہ آواز والے حروف بھی شامل ہیں اور ان حروف کی ترتیب یوں رکھی گئی ہے ا ب بھ پ پھ ت تھ وغیرہ۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے اردو حروف کی تعداد 37 بتائی ہے جن میں ھ، ء اور یائے مجہول یعنی ے شامل نہیں ہیں۔ اردو لغت، مرتبہ اردو بورڈ کراچی میں حروفِ تہجّی کی تعداد 53 تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں پندرہ ہائیوں کے علاوہ الف ممدودہ آ بھی شامل ہے۔ ابو محمد سحر نے اپنے ایک مضمون "اردو حروفِ تہجّی کی تعداد" میں 38 حروف کی سفارش کی ہے جن میں ژ، ھ اور ء شامل ہیں۔ لا شامل نہیں ہے۔

طلبہ کے پاس جو کتابیں ہوتی ہیں ان میں ہائے مخلوط یعنی ھ سے بنے ہوئے مخلوط حروف کی تعداد بھی الگ الگ دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً کسی کتاب میں آٹھ ہیں:— بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ کھ گھ جیسے جدید اردو قاعدہ، مرتّبہ سید محفوظ الرحمان، علی گڑھ۔

کچھ میں دس ہیں:— بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ کھ گھ جیسے بنیادی نصاب مرتّبہ عتیق احمد صدیقی، شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ — چمن اردو، مرتّبہ نذیر الدین مکاتبِ اسلامیہ — اردو کا نیا قاعدہ، مرتّبہ خالدہ ناہید۔ بعض کتابوں میں گیارہ ہیں:— بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ ڑھ کھ گھ جیسے آیئے اردو سیکھیں، مرزا خلیل بیگ شعبۂ لسانیات، علی گڑھ، اردو زبان کا قاعدہ، مرتّبہ مولوی محمد اسماعیل۔

کسی میں تیرہ:۔ بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ ڑھ کھ گھ لھ نھ جیسے آسان اردو (ہندی کے ذریعے) مرتبہ شکیل اختر فاروقی اور کچھ میں پندرہ:۔ بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ ڑھ کھ گھ لھ مھ نھ جیسے آسان اردو قاعدہ، مرتبہ مسعود عالم شعبۂ اردو علی گڑھ، سعیدی اردو قاعدہ، مرتبہ نجم السعیدی علی گڑھ۔

ہائیہ یا ہاکار آوازوں کے لیے صحیح معنوں میں کتنے حروف اختراع کیے گئے ہیں یہ جاننے کے لیے اساتذہ جب رسم خط، املا اور قواعد کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہیں تو وہاں بھی کوئی متفقہ اور مقررہ تعداد نہیں ملتی۔ مثلاً املا نامہ مرتبہ گوپی چند نارنگ اور "اردو املا" مرتبہ رشید حسن خاں، میں ان کی تعداد 16 بتائی گئی ہے جن میں **یھ** بھی شامل ہے۔ مولوی عبدالحق کی کتاب "قواعد اردو" اور گیان چند جین کی کتاب "عام لسانیات" میں ان کی تعداد ۱۷ گنوائی گئی ہے۔

ہائیہ آوازوں کی تعداد میں فرق ہونے کی وجہ سے ایک دوسری مشکل یہ پیش آتی ہے کہ لفظ **تمھارا** کسی کتاب میں ہائے مخلوط (ھ) سے تو کسی میں ہائے ملفوظی (ہ) سے **تمہارا** لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہی حال ننھا (ننہا) چولھا (چولہا) دولھا (دولہا) لولھا (لولہا) انھیں (انہیں) جنھیں (جنہیں) وغیرہ کا بھی ہوتا ہے۔

کلاس روم کی دوسری بڑی دشواری حروف کی گروہ (گروپ) بندی کے سلسلے میں پیش آتی ہے۔ جب صوری مناسبتوں پر حروف کو مختلف گروپ میں تقسیم کیا جاتا ہے اور انھیں ترتیب وار طلبہ کے سامنے رکھا جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ لائے ہوئے قاعدوں اور اپنے سابقہ علم کی روشنی میں سوالوں کی بوچھار شروع کر دیتے ہیں۔

کوئی سوال اٹھاتا ہے کہ میری کتاب میں ا کے گروپ میں م کو بھی

رکھا گیا ہے آپ نے کیوں نہیں رکھا (چمنِ اردو)، کوئی کہتا ہے کہ میرے قاعدے میں **ا** کے ساتھ **آ** کو بھی رکھا گیا ہے۔ کیا الگ سے **آ** بھی کوئی حرف ہے؟ (اردو کتاب 'ایس۔ایس۔ صدیقی) کوئی پوچھتا ہے، میری کتاب میں **ج** گروپ کے ساتھ **ع غ** کو کیوں نہیں رکھا گیا ہے (اُردو زبان کا قاعدہ، مولوی اسماعیل میرٹھی) جبکہ میرے ساتھی کی کتاب میں **ج چ ح خ** کے ساتھ **ع غ** بھی شامل ہیں (آئیے اردو سیکھیں)

کوئی یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس علاقے میں پڑھائے جانے والے قاعدے (چمنِ اُردو) میں **ف** کو **ب** گروپ (**ب پ ت ٹ ث**) کے ساتھ کیوں رکھا گیا ہے جبکہ دوسری کتابوں میں **ف**، **ع غ** کے بعد آیا ہے۔ (آسان اردو قاعدہ، بنیادی اُردو نصاب)

کسی کا سوال ہوتا ہے کہ **و** کو مختلف کتابوں میں مختلف جگہوں پر کیوں رکھا گیا ہے مثلاً کسی کتاب میں اسے **د ڈ ذ** کے ساتھ رکھا گیا ہے کسی میں" **و** " ر گروپ میں شامل ہے اور کچھ کتابوں میں" **و** "کو **ن** کے بعد لایا گیا ہے۔ کوئی پوچھتا ہے ایسا کیوں ہے کہ میری کتاب (چمنِ اردو) میں **ق ل ن س ش ص ض** اور **ی** کو ایک گروپ میں رکھا گیا ہے جبکہ میرے ساتھی کی کتاب (آئیے اردو سیکھیں) میں **س ش ص ض** کے لیے ایک گروپ اور **ق ل ن ی** کے لیے دوسرا گروپ بنایا گیا ہے۔ غرض یہ کہ طلبہ کے پاس جتنے قاعدے ہوتے ہیں ان سب میں حروف کی گروپ بندی الگ الگ طریقے سے کی گئی ہوتی ہے۔

یہاں بھی وہی مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ پڑھانے والا کس کتاب کو صحیح مانے، کس کو غلط بتائے۔ کس کو قبول کرے اور کس کو رد کرے۔

تیسری مشکل حروف کے ایلوگرافک شیپ (شکستہ شکلوں) کے سلسلے میں پیش آتی ہے ۔ مثال کے طور پر ہم جیسے اساتذہ ب گروپ کے تین ایلوگرافک شیپ (ٹوٹی ہوئی شکلیں) ﮐ ﮑ ﮏ بتاتے ہیں جب کہ ان کی اپنی کسی کتاب میں ب گروپ کی چار شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ (آیئے اُردُو سیکھیں) طلبہ کے پاس موجود کتابوں میں سے کچھ قاعدوں میں تو ج گروپ کی ایک ایلوگرافک شیپ ﺟ ﭼ ﺣ ﺧ ہوتی ہے جو لفظ کی ابتدائی اور درمیانی دونوں حالتوں میں استعمال ہوتی ہے (آیئے اردو سیکھیں، آسان اردو قاعدہ) اس کے برعکس کچھ کتابوں میں ج گروپ کی دو ایلو گرافک شیپ دکھائی دیتی ہیں۔ لفظ کی ابتدا کے لیے یہ ﺣ اور درمیان کے لیے ﺤ (بنیادی نصاب، ابتدائی اردو نصاب، جدید اردو قاعدہ)

اسی طرح ع غ ف ق کی درمیانی شکلیں بھی مختلف قاعدوں میں مختلف نظر آتی ہیں۔ مثلاً آیئے اردو سیکھیں، اردو کتاب، آسان اُردُو میں ان کی صورتیں یوں ہیں: ﻌ ﻐ ﻔ ﻘ جبکہ بنیادی نصاب، جدید اردو قاعدہ اور ابتدائی اردو نصاب میں ان کی شکلیں یوں بنائی گئی ہیں:۔ ﻌ ﻐ ﻔ ﻘ ۔

ہ ملفوظی کی ایلوگرافک شیپ بھی الگ الگ کتابوں میں الگ الگ نظر آتی ہے ۔ مثلاً بنیادی اردو نصاب اور ابتدائی اردو نصاب میں تین شکلیں ﮨ، ﮩ، ﮧ اردو بذریعہ ہندی میں چار شکلیں ﮨ، ﮩ، ﮭ، ﮧ اور آیئے اردو سیکھیں میں پانچ شکلیں ﮨ، ﮩ، ﮭ، ﮪ، ﮧ موجود ہیں۔

چوتھی دشواری اعراب و علامت پڑھاتے وقت پیش آتی ہے۔ اگر انھیں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ دَل جَب دِق دِن سُن تُم وغیرہ لفظ ـَ ـِ اور ـُ سے جُڑیں گے تو وہ ایسی کتابیں سامنے رکھ دیتے ہیں جن میں اس طرح کے لفظوں کے ساکن حرف پر جزم ـْ کا نشان

بھی لگا ہوا ہوتا ہے جیسے دَلْ جَبْ دِقْ دِنْ سُنْ تُمْ

طلبہ کو ایک سیدھا سا اصول یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک آواز کے لیے ایک علامت استعمال ہوتی ہے مثلاً گھڑی میں تین آوازیں ہیں گھ، ڑ، ی. اس لفظ کی آخری آواز (ہجے LONG VOWLE) ہے اس کے لیے یائے معروف ی کا استعمال ہوگا مگر وہ اپنی کتابوں میں ایک آواز کے لیے دو دو علامتیں دیکھتے ہیں جیسے آسان اردو مرتبہ مسعود عالم علی گڑھ میں جنوری، فروری، چنڈی گڑھ وغیرہ لفظوں میں ر اور ڈ کے نیچے ـِ بھی لگایا گیا یعنی مذکورہ بالا لفظوں کا املا اس طرح لکھا گیا ہے:۔ جنورِی، فرورِی، چنڈِی گڑھ۔ ان لفظوں کے آخر میں ی کے ہوتے ہوئے ـِ کا جواز سمجھ میں نہیں آتا۔ اس سے طالب علموں کا کنفیوزن تو بڑھتا ہی ہے اساتذہ کی الجھن میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

لفظ مؤلی کا املا انھیں اس طرح سکھایا جاتا ہے:۔
م + ؤ + ل + ی = مؤلی۔ جبکہ ان کی بعض کتابوں میں یہ لفظ یوں لکھا ہوا ملتا ہے ــ مُ ؤُ لِ یْ (اردو کا آسان قاعدہ، عطیہ رشیدی) اسی طرح اؤن کا املا انھیں واوِ معروف کی علامت ــٗ سے سکھایا جاتا ہے مگر وہ اپنی بعض کتابوں میں اس لفظ کو اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں ــ اُ وْ نْ۔

ऐ اور औ آوازوں کے لیے جب جزم کی علامت ^ کی علامت لگا کر انھیں اےْ اور اوْ سکھایا جاتا ہے تو اس سلسلے میں وہ اپنی کتابیں رکھ دیتے ہیں جن میں اوْ اور اےْ علامتِ جزم کے بجائے ـَ سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں جیسے اَو، اَے (اردو زبان کا قاعدہ، سعیدی اردو قاعدہ، نیا آسان قاعدہ، ہندی بذریعہ اردو)

اور کچھ کتابوں میں تو ان آوازوں کے لیے دو دو علامتیں استعمال

کی گئی ہیں۔ مثلاً چمنِ اردو اور نیا آسان قاعدہ (ہندی کے ذریعے) سے ماخوذ یہ الفاظ دیکھیے:۔

خَوف، شَوق، غَیر، پَھیل ۔ (چمنِ اردو)

اَور، کَون، مَیل، بَیل ۔ (نیا آسان قاعدہ (ہندی کے ذریعے)

نتیجے میں طلبہ قدم قدم پر الجھتے ہیں اور لفظ کو کچھ کا کچھ پڑھنے لگتے ہیں۔ مثلاً شیر، بیر، دیر، ریل کا املا بعض کتابوں میں وہ اس طرح لکھا بیر، دیر، ریل لکھا پاتے ہیں تو وہ ان لفظوں کو शेर· बेर · देर· रेल پڑھنے کے بجائے शियर बियर दियर · रियल پڑھنے پر اپنے کو مجبور پاتے ہیں۔

اسی طرح جب وہ اپنی کتابوں میں ओ (او) کے لیے واو سے پہلے پیش ُ بھی لکھا ہوا دیکھتے ہیں مثلاً دُو، رُو (جدید اردو قاعدہ) سُو، کُو، تُو، مُو (اردو زبان کا قاعدہ) تو یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ و تو خود ہی ओ کی آواز دے رہا ہے، پھر اس کے پہلے یا اوپر ُ کیوں لگایا گیا ہے؟

اساتذہ جب اعراب و علامات کی الجھنوں سے نجات پانے اور طلبہ کے سوالوں کے جواب کے لیے املا کی کتابوں کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو جو جوابات اُنھیں ملتے ہیں وہ اس طرح کے ہوتے ہیں:۔

> "واوِ مجہول پر کوئی علامت نہیں آئے گی، ضرورت پڑنے پر اس سے پہلے حرف پر پیش لگا دیا جائے گا جیسے مُور، کُور، جوڑ" (اردو املا صفحہ ۵۲۶)

"مجہول آوازوں کے لیئے سِرے سے اعراب کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ باقی دو آوازوں سے ان کا فرق اعراب کی علم موجودگی

(صفراعراب) سے ظاہر ہے۔"
املانامہ گوپی چند نارنگ صہ ۲۶

" واوِ ماقبل مفتوح اور یائے ماقبل مفتوح کے لیے ان کے حروفِ ماقبل پر زبر لکھا جائے گا جیسے پَیر، دَیر، سَیر، عَیب، دَور، جَور، دَوڑ، حَوض، پَیسا وغیرہ۔"
اردو املا رشید حسن خاں صہ ۲۶

" واوِ لین اور یائے لین کے لیے جنھیں صوتیات کی اصطلاح میں دوہرے مصوتے (DIPTHONG) کہتے ہیں ایک دوسری علامت ۘ استعمال کی گئی ہے۔ مولوی عبدالحق کی اردو قواعد میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ بعض معلمین اس علامت کو جزم کا نام دیتے ہیں اور جزم کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔"
(دیباچہ آیئے اردو سیکھیں مرزا خلیل بیگ صہ ۷)

" درمیانی یائے معروف اور یائے مجہول کے لیے بعض حضرات نے کھڑی زیر اور سادہ زیر کی سفارش کی ہے۔ مثلاً وزیر، میرا، اپنی تجویز ۱ سے مطابقت رکھنے کے لیے میری سفارش ہے کہ یائے معروف سادہ زیر سے اور یائے مجہول کو الٹا زیر سے ظاہر کیا جائے مثلاً وزِیر، مِیرا۔"
(لسانی مطالعے گیان چند جین)

اس طرح کے متضاد قسم کے جوابات سے اساتذہ کی الجھنیں کم ہونے کے بجائے اور بڑھ جاتی ہیں۔
سب سے زیادہ دشواریاں املا سکھاتے وقت پیش آتی ہیں۔ انھیں

نمائش اور آزمائش وغیرہ لفظ ہمزہ ء سے لکھنا سکھایا جاتا ہے لیکن اپنی کتابوں میں ان لفظوں کا املا وہ ی (یے) سے لکھا ہوا دیکھتے ہیں اور انھیں آزمایش (आज़मायश) نمایش (नुमायश) پڑھتے ہیں۔

اسی طرح وہ اپنے قاعدوں میں چائے، رائے، گائے، بناؤ، گھماؤ، پاؤ وغیرہ لفظوں پر ہمزہ ء نہ دیکھ کر انھیں یوں لکھا ہوا پاتے ہیں (چاے، راے، گاے، بناو، بناو، گھماو، پاو) اور چونک کر پوچھتے ہیں کہ ان لفظوں کا املا بغیر ء کے کیوں ہے؟

رہنمائی کے لیے اساتذہ یہاں بھی املا کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہاں سے اس طرح کے جوابات ملتے ہیں:۔

"اس طرح کے کچھ حاصل مصدر، اسم فاعل وغیرہ اردو میں عام طور پر استعمال میں آتے رہتے ہیں اور ان سب میں، اصل کی رعایت سے یے لکھی جائے گی، ہمزہ نہیں لکھا جائے۔

ایسے لفظوں کی نا تمام فہرست یہ ہے:

آرایش، آزمایش، افزایش، آسایش، آلایش، بخشایش، پیمایش، ستایش، فرمایش، گنجایش، نمایش۔"

(اردو املا، رشید حسن خاں صہ ۲۹، ۴۲۸)

"فارسی کے حاصل مصدر جن کے آخر میں ش ہوتا ہے اگرچہ ان میں از روے اصل یے ہوتی ہے، لیکن تلفظ میں یے اور ہمزہ کی درمیانی آواز سنائی دیتی ہے۔ ان کو از روے اصل لکھا جائے تو یے سے صحیح ہیں، لیکن از روے تلفظ ہمزہ سے۔ چنانچہ ایسے الفاظ کے دونوں املا کو صحیح مان لینا چاہیے:

آزمایش　　نمایش　　آسایش　　ستایش
آزمائش　　نمائش　　آسائش　　ستائش "

"لفظ کے آخر میں اگر واو ساکن ہے تو اس پر ہمزہ کبھی نہیں آئے گا جیسے برتاو، بھاو، پاو، بلاو، تاو، پتھراو وغیرہ۔
(اردو کیسے لکھیں ص ۶۲)

"اردو کے کئی لفظوں میں واو ساکن آتا ہے، یعنی یہ لفظ بہ اعلانِ واو بولے جاتے ہیں۔ ان میں واو کی حیثیت حرفِ علت (مصوتے) کی نہیں بلکہ حرفِ صحیح (نیم مصوتے) کی سی ہے۔ اس لیے ان لفظوں میں ہمزہ نہیں ہونا چاہیے ---- امر کے سب شکلوں میں ہمزہ لکھا جائے گا کیونکہ امر کے آخر میں واو ساکن نہیں ہوتا: آؤ، جاؤ، لاؤ، کھاؤ، اڑاؤ وغیرہ "
(املا نامہ، گوپی چند نارنگ ص ۶۶-۶۵)

"جس طرح آئے اور جائے اور آؤ اور جاؤ پر ہمزہ لکھا جاتا ہے، اسی طرح حاصل مصدر بناؤ، رکھاؤ، چھڑکاؤ اور رائے، گائے پر بھی ہمزہ لکھنے کے چلن کو صحیح سمجھا جائے"
(لسانی جائزے، ڈاکٹر عصمت جاوید ص ۱۶)

ظاہر ہے کہ اس طرح کے متضاد جواب سے پڑھانے والے کا مسئلہ حل نہیں ہو پاتا اور گتھی سلجھنے کے بجائے الجھتی ہی چلی جاتی ہے۔

اس طرح کی الجھن کا سامنا ہائے ملفوظی اور ہائے مختفی کے املا کے سلسلے میں بھی کرنا پڑتا ہے۔ بعض اسباق کو پڑھتے وقت طلبہ یہ کو یہہ

پڑھتے ہیں - جب انھیں ٹوکا جاتا ہے کہ اردو میں اس لفظ کا تلفظ (यह) نہیں، यह ہے تو ان کا جواب ہوتا ہے، اس کتاب میں تو ہ کا شکن یے بھی لگا ہوا ہے اور شکن کا مطلب ہے کہ یہاں سہائے ملفوظی ہے جس کی آواز پڑھی جاتی ہے - اسی طرح ان کی کچھ کتابوں میں منہ، توجہ، توبہ، جگہ، کہ وغیرہ ہ کے شکن سے لکھے ہوئے ملتے ہیں اور کچھ میں بغیر شکن کے جیسے منہ، توجہ، توبہ، جگہ، کہ وغیرہ یہاں بھی ان کا یہی سوال ہوتا ہے کہ ان لفظوں کا ایک املا کیوں نہیں ہے - روشنی کے لیے اساتذہ پھر املا کی کتابیں کھولتے ہیں :-

> "ہائے ملفوظ جب ملا کر لکھی جائے گی (شروع، درمیان یا آخر میں) اس صورت میں اس کے نیچے ایک شوشہ لازماً لایا جائے گا - یہ شوشہ (ہ) ہائے ملفوظِ متصل کا جزء ہوگا، اور اس شوشے کے بغیر یہ حرف مکمّل نہیں ہوگا جیسے یہ، نہ، مہ، توبہ، توجّہ، وجہ، منّہ، منہ، کہ"
>
> (اردو املا صد ۲۸۴)

> "آخرِ لفظ میں جہاں ہ خفیف الف کی نہیں بلکہ ہ کی آواز دیتی ہو، یعنی جہاں ہ تلفّظ میں آتی ہو (ہائے ملفوظ ساکن) وہاں نیچے ہ کا شوشہ ضرور لگانا چاہیے - ہائے مختفی اور ہائے ملفوظی میں یہی شوشہ وجہِ امتیاز ہوگا: جگہ، بیہ، مُنہ، مہ، تہ، یہ، توجہ، توبہ ------ (یہ میں ہ کی آواز بہت کمزور ادا ہوتی ہے - اس لیے یہ کو ہ کے شوشے کے بغیر لکھنا بھی صحیح ہے "
>
> (املا نامہ، صد ۵۹)

"ہائے ملفوظِ متصل جب لفظ کے آخر میں آئے تو اسے ہائے مختفی کی طرح لکھا جائے۔ عام طور پر الفاظ کے لکھنے کی صورت یہ ہوگی:۔ یہ ، مہ ، منہ ، جگہ ، مشافہ ، فقہ وغیرہ۔"

(اردو املا اور اس کی اصلاح ص۵۴)

"اردو تلفظ میں توجہ، توبہ کی ہ ملفوظی نہیں، مختفی ہے۔ اس لیے ان الفاظ کا موجودہ املا ہی باقی رہنا چاہیے۔ منہ کا تلفظ (موں) کے سوا اور کچھ نہیں۔"

(حقائق ص۳۹۳)

"یہ کو یہ لکھنے کی تجویز خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ اسی طرح یہ تجویز بھی غیر مناسب ہے کہ وجہ کو وجہ، شبہ کو شبہ، جگہ کو جگہ، توجہ کو توجہ، منہ کو منہ لکھا جائے۔ چونکہ ان الفاظ میں ہ کی آواز خفیف ہے اس لیے علامت [ ] کے اظہار کی قطعی ضرورت نہیں۔"

(لسانیاتی جائزے ص۱۴-۱۵)

اس طرح کے متضاد اور غیر منطقی جواب سن کر اساتذہ کے اپنے سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوت جواب دے جاتی ہے اور وہ کسی صحیح نتیجے پر پہنچنے کے بجائے اور الجھ جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ اردو قاعدے اور ان قاعدوں کی قواعد پر لکھی گئی کتابیں مدرس کی رہنمائی کرنے کے بجائے اسے اپنی پیچیدگیوں، بے قاعدگیوں اور تضاد کی بھول بھلیوں میں ڈھکیل دیتی ہیں۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ جس زبان میں لاکھوں کروڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور جس زبان

کی شیرینی اور دلکشی اپنے دشمن تک کو اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے، اس زبان کے حروفِ تہجّی کی تعداد کا تعین آج تک نہ ہوسکا۔ اردو نہ پڑھنے والوں پر ماتم تو کیا جاتا ہے مگر اس کے سیکھنے والوں اور شیدائیوں کے لیے کوئی ایسا قاعدہ تیار نہیں کیا جاتا جو جامع اور سائنٹیفک ہو اور جس کے سہارے کم مدّت میں آسانی سے اردو زبان سکھائی جاسکے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو کے ادارے، انجمنیں، تعلیم گاہیں ایک ساتھ مل کر بیٹھیں اور سنجیدگی سے کوئی ایسا اردو کا قاعدہ مرتّب کردیں جو ہر اعتبار سے جامع، سائنٹیفک اور معیاری ہو اور یکساں طور پر سب کے لیے قابلِ قبول بھی ہو۔

اُردُو رسمِ خط

ہر زبان کا اپنا ایک رسم الخط ہوتا ہے جو اُس زبان میں سوچے اور بولے گئے خیالات و محسُوسات کے اظہار کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اُردُو ایک زبان ہے اس کا بھی ایک رسمِ خط ہے۔ اردو کا رسمِ خط وہی ہے جو عربی اور فارسی زبانوں کا ہے۔ اور جو عربی رسم الخط سے مشہُور ہے۔ لیکن اردُو کا اپنا جو رسمِ خط ہے اُس میں تھوڑی سی تبدیلی ہو چکی ہے۔ کیوں کہ اس کے حرُوف ابجد میں کچھ ایسے حرُوف بھی شامل ہو چکے ہیں جو عربی و فارسی کے رسمِ خط میں موجود نہیں مثلاً "ٹ، ڈ، ڑ" اردُو نے یہ حرُوف ہندی یا ہندوستانی آوازوں، جو اردُو زبان میں شامل ہو چکی ہیں، کے اظہار کے لیے بنائے ہیں۔ اب یہ اس کے اپنے حرُوف ہیں جو ہندوستانی آوازوں کی ادائیگی کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ ان حرُوف کی شمولیت کی وجہ سے اردُو رسمِ خط (PERSO ARABIC) رسم الخط ہوتے ہوئے بھی اس سے مختلف ہو گیا ہے۔ اِسے اب اردُو رسمِ خط کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔

ہر زبان کے رسمِ خط میں دو طرح کے حرُوف ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے حرُوف کو مصوتہ VOWEL اور دوسری قسم کے حرُوف کو مصمتہ CONSONANT کہتے ہیں۔ یہ دونوں طرح کے حرُوف دو طرح کی آوازوں کو پیش کرتے ہیں۔ مصوّتے مصوتی آوازوں کو اور مُصمتے مُصمتی آوازوں کو۔ مصموتی آوازوں کی تعداد کم مُصمتی آوازوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسی مناسبت سے کسی بھی زبان میں VOWEL LETTERS کم اور CONSONANT LETTERS زیادہ ہوتے ہیں۔ الفاظ کی تشکیل میں ان دونوں طرح کے حرُوف کا ملنا ضرُوری ہے۔ یہ ممکن تو

ہے کہ مصوتے VOWELS بغیر مُصمتے CONSONANT کے الفاظ بنا دیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ مصوتہ کے بغیر صرف مصمتوں سے کوئی لفظ بن جائے۔

اردو مصوتے :- اردو میں دس مصوتے ایسے ہیں جو لکھے جاتے ہیں۔ یعنی جن کے اظہار کی علامات موجود ہیں، ویسے ان دس سے زیادہ مصوتے اردو میں بولے جاتے ہیں۔ مثلاً "احسان" لفظ میں جو ابتدائی مصوتہ بولا جاتا ہے وہ "اِ" اور "اَ" سے مختلف ہے۔ یعنی اس لفظ کو نہ 'इहसान' بولتے ہیں اور نہ ہی 'अहसान' بلکہ ان دونوں کے درمیان کی آواز بولی جاتی ہے جس کے اظہار کے لیے اردو میں کوئی علامت موجود نہیں ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی مصوتے بولے جاتے ہیں جن کے لیے اردو میں علامات نہیں ہیں۔ ایسی آوازوں کے تحریری اظہار کے لیے قریبی علامت کا سہارا لیا جاتا ہے یا ان کی جگہوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے "سنٹر"۔ بعض لوگ اس لفظ کو 'سینٹر' لکھتے ہیں کیوں کہ ی (ए) قریبی مصوتہ ہے۔ اور بعض لوگ اس لفظ میں ی نہیں لکھتے کیوں کہ اس کے لکھنے سے اس لفظ کا تلفظ सेन्टर ہو جاتا ہے جو صحیح نہیں کیوں کہ 'س' اور 'ن' کے درمیان کی آواز ए کی نہیں بلکہ ए اور इ کے بیچ کی آواز ہے۔ چوں کہ اس بیچ کی آواز کے لیے اردو میں کوئی علامت موجود نہیں ہے اس لیے ایسی صورت حال میں کوئی قریبی علامت لکھنے کے بجائے یوں ہی چھوڑ دینا ہی زیادہ مناسب رہے گا۔

لکھے جانے والے اردو مصوتوں (VOWELS) کا چارٹ

۱- ابتدائی حالت :-

اَ	اِ	اُ	آ	او	اُو	اَو	اِی	ایے	اَیے
अ	इ	उ	आ	ओ	ऊ	औ	ई	ए	ऐ

۲- درمیانی حالت :-

ـَ ـِ ـُ ا و ۇ ۆ ﭙ یـ ﺌ

۳- آخری حالت :-

× × ا و ۇ ۆ ی ے ئے

نوٹ :- [آخری حالت میں مختصر مصوتے ـَ ـِ اور ـُ نہیں لکھے جاتے۔ ہاں کچھ لفظوں میں یہ بولے ضرور جاتے ہیں - مثلاً پہ نہ یہ - اِن لفظوں میں آخری حرف ہے تو "ہ" مختفی لیکن آواز مختصر مصوتہ زبر اور زیر کی دے رہا ہے]

نیچے کچھ ایسے الفاظ دیے جا رہے ہیں جن میں اردو کے اِن دس مصوتوں کا استعمال ہوا ہے۔

ابتدائی حالت :- اَب اِس اُس آب ادلا اوُن اوٗر ایجاد ایڑی ایٔوان

درمیانی حالت :- دِل بُت بات بول دوٗر دوٗڑ بیٹے بیٹے تیٔر

آخری حالت :- × × بتا دو بوٗ نوٗ چابی دے طئے

اردو میں مصوتی آوازیں دو طرح کی علامات کے سہارے لکھی جاتی ہیں۔

مختصر مصوتے SHORT VOWELS یا ان کی آوازیں اَ اِ اُ (ə, i, u) اعراب DIACRATIC MARKS کے ذریعہ ظاہر کی جاتی ہیں اور طویل مصوتوں - LONG VOWELS کی آوازیں مندرجہ ذیل حروف " ا، و، ی اور ے" کی مدد سے لکھی جاتی ہیں - اعراب زبر ـَ زیر ـِ اور پیش ـُ علاحدہ استعمال نہیں ہوتے۔ یہ دو مصمتوں کو جوڑنے کا کام کرتے ہیں مثلاً جَب، بَد، جِس، تِس، اُرت، بُت وغیرہ۔

ا :- جو حروف مصوتی آوازوں کو لکھتے ہیں یا ان کو لکھنے میں مدد کرتے ہیں ان میں سے "ا" ایک ہے۔ یہ اردو کا پہلا حرف ہے۔ یہ ایک املائی علامت بھی ہے جو ابتدا میں مصوتے کی مدد کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے اَب، اِس، اُس - یہاں "ا" کی اپنی کوئی آواز نہیں ہے۔ یہ محض ـَ ـِ اور ـُ کو لکھنے

میں مدد کر رہا ہے۔ لیکن یہی "ا" جب لفظ کی درمیانی اور آخری حالت میں آتا ہے تو اس کی اپنی آواز ہوتی ہے اور وہاں یہ طویل مصوتہ 'आ' کو پیش کرتا ہے۔ مثلاً بات ، بتا ، بال ، بالا وغیرہ۔ ان لفظوں میں "ا" درمیان اور آخر میں آیا ہے اور طویل مصوتہ LONG VOWEL 'आ' کی آواز دے رہا ہے۔

ابتدائی حالت میں 'ا' کا استعمال دو شکلوں میں ہوتا ہے۔ مختصر مصوتے کی مدد کے روپ میں جیسے اَخبار ، اِنسان ، اُستاد وغیرہ اور طویل مصوتے او، اَو ، اُو ، ای ، اے کی ترجمانی کی شکل میں۔ جیسے اولا ، اوَن ، اولاد ، ایمان ، ایوان وغیرہ۔

درمیانی حالت میں 'ا' کی اپنی آواز ہوتی ہے اور یہ طویل مصوتہ 'आ' کو پیش کرتا ہے۔ مثلاً جام ، بات ، تاج ، رواج وغیرہ۔ درمیانی حالت کی طرح آخری حالت میں بھی یہ طویل مصوتہ 'आ' کی آواز دیتا ہے۔ مثال کے طور پر خفا ، خطا ، دوا ، صدا وغیرہ۔

طویل مصوتہ 'आ' لفظ کی ابتدا میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اُس صورت میں اُس کے اوپر ایک علامت ~ لگ جاتی ہے۔ اس علامت کو "مد" کہتے ہیں۔ یہ دوسرے "ا" کا کام کرتا ہے۔ یعنی ا + ا = آ۔ یہ واضح رہے کہ درمیانی حالت اور آخری حالت میں طویل مصوتہ 'आ' لکھنے کے لیے اس علامت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ علامت صرف ابتدائی حالت میں 'आ' لکھنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ ہاں عربی کے کچھ الفاظ ایسے ضرور ہیں جن کے لکھنے میں درمیانی حالت میں بھی 'ا' پر مد ~ کی علامت لگائی جاتی ہے۔ جیسے قرآن ، مآب ، مآل وغیرہ۔ اور ایسا اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ ان لفظوں کے دونوں رکن پڑھے جا سکیں۔ اگر ان لفظوں میں 'ا' کے اوپر ~ کا استعمال نہ ہو تو یہ قران कुरान ، ماب माब ، اور مال माल پڑھے جائیں گے جو غلط تلفظ ہوگا۔

نیم مصوّتہ (SEMI VOWEL):- اردو میں نیم مصوّتہ دو ہیں: "و" اور " ی "۔ انھیں نیم مصوتہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دونوں حروف مصمتہ CONSONANT کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے وِصال ، عضو ، محو ، یخ ، یہ ، یاد ، یقین وغیرہ۔

نیم مصوتہ " و ":- جب 'و' کسی لفظ یا صوتِ رکن کی ابتدائی حالت میں آتا ہے تو یہ نیم مصوتہ ہوتا ہے مثلاً وار ، وسعت ، واحد ، وصال وغیرہ۔ اور 'و' پر اعراب یعنی زبر ، زیر ، پیش بھی لگتا ہے۔ درمیانی حالت میں 'و' مصوتہ اور مصمتہ دونوں حیثیتوں سے آتا ہے۔ مصوتے کی حیثیت سے اس کی مثالیں اوپر چارٹ میں دی جاچکی ہیں۔ مصمتے کی حیثیت سے اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں :- مصوّر ، ساوَن ، تصوُّر وغیرہ۔

آخری حالت میں بھی واو 'و' مصمتے (CONSONANT) کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے عضو ، محو ، شو وغیرہ۔

ی ، ے :- واو کی طرح " ی " بھی نیم مصوتہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً یہاں ، یاد ، اہمیت ، کیا ، کیوں ، یقین ، تعیّن ، تخیئل وغیرہ (مصمتوں کی طرح اعراب بھی قبول کرتا ہے) ی / ے آخری حالت میں صرف مصوتہ ہوتی ہے۔

مُصمتی حروف (CONSONANT LETTERS):- مصمتی حروف اردو میں ۳۵ ہیں۔ اردو کے بعض قاعدوں میں ۳۶ دیے گئے ہیں۔ ان میں " ء " کو بھی حرف کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ اردو میں چوں کہ ہمزہ اپنی آواز نہیں دے پاتا ، اس لیے اسے حرف نہ مان کر ایک اِملائی علامت کے طور پر استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ و اور ی چوں کہ یہ دونوں حرُوف مصوتے کے ساتھ ساتھ مصمتے کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اس لیے انھیں بھی مصمتی حروف

میں شامل کیا گیا ہے۔ مصمتی حروف کا ایک چارٹ نیچے دیا جا رہا ہے جس میں حروف کو ان کی شکل کی بنیاد پر مختلف گروپوں میں تقسیم کر کے دکھایا گیا ہے۔ اس تقسیم سے اردو رسمِ خط پڑھانے میں آسانی ہو سکتی ہے۔

مصمتی حروف LETTERS

ب پ ت ٹ ث

ج چ ح خ

د ڈ ذ و

ر ڑ ز ژ

س ش ص ض

ط ظ

ع غ

ف ق

ک گ

ل ن ی

م

ہ

ے

اوپر کے چارٹ پر غور کرنے سے یہ اندازہ ہو گا کہ ایسے حروف کو ایک گروپ میں رکھا گیا ہے جن کے درمیان کوئی نہ کوئی ایک بنیادی علامت موجود ہے مثلاً ب گروپ کے تمام حروف میں 'ب' علامت موجود ہے۔ ORTHOGRAPHY کی اصطلاح میں یہ علامت GRAPHEME کہلاتی ہے۔ اس طرح کی ایک مشترک COMMON علامت ہر گروپ کے تمام حروف میں

موجود ہے۔ بس اس علامت (GRAPHEME) پر نقطوں اور 'ط' کے اضافے سے مختلف حروف بن گئے ہیں۔

اردو رسم الخط کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے حروف لفظ بنانے میں انگریزی کی طرح الگ الگ استعمال نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں بعض حروف ٹوٹ جاتے ہیں اور عام طور پر لفظ بنانے میں زیادہ تر حروف کی ٹوٹی ہوئی شکلیں ہی استعمال ہوتی ہیں۔ یہ ٹوٹی ہوئی شکلیں حرف کی ALLOGRHPHIC SHAPES کہلاتی ہیں۔ حروف کی ALLOGRAPHIC SHAPES صرف لفظ کے ابتدائی اور درمیانی حالتوں میں ہی استعمال ہوتی ہیں۔ لفظ کے آخر میں 'حرف' اپنی پوری شکل میں آتا ہے۔ جیسے بات، تاج، شخص وغیرہ۔ لیکن اردو کے سبھی حروف نہیں ٹوٹتے کچھ حروف ایسے بھی ہیں جو ابتدائی، درمیانی اور آخری تینوں حالتوں میں اصلی روپ یعنی پوری شکل میں ہی آتے ہیں۔ اور وہ حروف ہیں:-

ا د ڈ ذ ر ڑ ز ژ و

اب ایک ایک گروپ اور اس کی شکستہ شکل (ALLOGRAPHIC SH-APES) کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ب گروپ کے پانچوں حروف کی تین الیوگرفک شیپ ہوتی ہیں جو مختلف ماحول (ENVOIRNENT) میں استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً ﺑ ﺒ ﺐ

ب	بـ	ـبـ	ـب
پ	پـ	ـپـ	ـپ
ت	تـ	ـتـ	ـت
ٹ	ٹـ	ـٹـ	ـٹ
ث	ثـ	ـثـ	ـث

ب گروپ کی ٹوٹی ہوئی یہ تینوں شکلیں الگ الگ ماحول میں استعمال ہوتی

ہیں۔ مطلب یہ کہ پہلی شکل ب (ب پ ت ٹ ث) کچھ مخصوص حروف کے ساتھ جڑتی ہے۔ جیسے ب گروپ کے حروف خود آپس میں جڑ رہے لگے تو یہی شکل استعمال ہوگی مثلاً بُت، پَتا، ثابت وغیرہ اسی طرح ا، ی اور ن کے ساتھ بھی یہی شکل استعمال ہوتی ہے مثلاً بات، بیر، بن وغیرہ۔ اسی طرح د، ر، ک اور ل گروپ کے ساتھ بھی یہی شکل استعمال ہوگی۔

دوسری شکل بر (بر پر تر ٹر ثر) ج، چ، ح، خ اور ہ کے ساتھ استعمال ہوتی ہے مثلاً بچ، بج، بخار، تجارت، تختہ، بحث، بم، ٹماٹر، ثمر، بہار، پہرا وغیرہ۔

تیسری شکل ب (ب پ ت ٹ ث) س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق اور و کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً بس، پس، بصارت، بضاعت، بطخ، بعد، بغل، تفریح، تقدیر، بو وغیرہ۔ یہ تینوں ایلوگرافک شکلیں لفظ کی ابتدائی اور درمیانی حالت میں ہوتی ہیں۔ آخر میں پورا حرف استعمال ہوگا۔

ج گروپ میں چار حروف ہیں۔ ان چاروں کے درمیان بنیادی علامت "ح" ہے۔ ح گرافیم کا صرف ایک ایلوگراف ہوتا ہے "ح"۔ اسی کے آگے پیچھے دوسرے حروف جڑ کر الفاظ بناتے ہیں۔ مثلاً بچّہ، تخت، بحث، (ح) یہی ایلوگرافک شیپ لفظ کے شروع اور درمیان میں استعمال ہوگی۔ درمیانی حالت کی مثالیں دی جا چکی ہیں۔ اب ابتدائی پوزیشن والی مثالیں دی جا رہی ہیں مثلاً جیسے جام، جان، چادر، حد، خدا وغیرہ۔

د گروپ میں چار حروف (د ڈ ذ و) ہیں۔ ان چاروں کے درمیان بھی بنیادی علامت ایک ہے اور وہ ہے "د"۔ اس گروپ میں "و" کو اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ اس میں بنیادی علامت وہی ہے جو د ڈ اور ذ میں ہے صرف اوپر والے حصے کو ذرا سا گول کر دیا جاتا ہے جیسا کہ نیچے تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ [و د] ابتدائی حالت میں 'د' گروپ کے حرف کو جیوں کا تیوں لکھا

جاتا ہے جیسے دَس ، ڈار ، ذِلّت وغیرہ ۔ لیکن درمیانی اور آخری حالت میں اس کی جڑی ہوئی شکل بدل کر ' ر ' کی طرح ہو جاتی ہے مثلاً بَد ، بڈھا ، لذت ، لذیذ وغیرہ ۔ " ر " یہی بدلی ہوئی شکل اس گروپ کی ایلوگرافک شیپ کہلائے گی ۔ لیکن یہ تبدیلی 'و' میں نہیں ہوتی ۔ ' و ' ابتدائی ، درمیان اور آخری تینوں حالتوں میں یکساں طور پر یعنی اپنی پوری شکل میں لکھا جائے گا ۔ جیسے وُسعت ، صُورت ، رواج ، لَو وغیرہ ۔

ر گروپ میں چار حروف (ر ڑ ز ژ) ہیں ۔ ان چاروں کے درمیان بنیادی علامت " ر " ہے ۔ اسی پر نقطے اور ط کے اضافے سے الگ الگ حروف بن گئے ہیں ۔ اس گروپ کی کوئی ایلوگرافک شیپ نہیں ہوتی ۔ ابتدا ، درمیان اور آخر تینوں میں اس کا ایک روپ (یعنی پوری شکل) استعمال ہوتا ہے ۔ جیسے رُت ، برتن ، تحریر وغیرہ ۔ البتہ عجلت میں کبھی کبھی لکھتے وقت " ر " کی شکل یوں " ر " ہو جاتی ہے ۔ جیسے "تصویر" کو اس طرح لکھنے کے بجائے اس طرح " تصویر " لکھ دیا جاتا ہے ۔ یا اسی طرح بر ، پر ، سر ، نر یوں بھی لکھے جاتے ہیں ۔

نوٹ :- " د " اور " ر " گروپ کے حروف یعنی د ڈ ذ و ر ڑ ز ژ لفظ بناتے وقت آپس میں ایک دوسرے سے نہیں جڑ پاتے ۔ ان میں سے ہر حرف الگ الگ لکھا جاتا ۔ ان کے ساتھ " ا " کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے ۔ کیوں کہ " ا " بھی ان سے مل کر جب لفظ بناتا ہے تو وہ بھی کسی سے نہیں جُڑتا ۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے :-

اردُو ، دِرد ، زرد ، ذرا ، راز ، ورُود ، درُود ، وار ، ژاژ ، زار وغیرہ ۔

یہاں ایک اور بات قابلِ غور ہے ۔ وہ یہ کہ یہ سارے حروف " ا د ڈ ذ ر ڑ ز ژ و " لفظ بناتے وقت دوسرے تمام گروپ کے حروف کے شروع میں نہیں جڑتے ۔ صرف ان کے آخر میں جڑتے ہیں ۔ مثلاً اُس ، دس ،

ڈس، ذِلّت، ذلیل، رحمت، اڑان: زبردست، ژاژ، وظیفہ، ان لفظوں میں ا، د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ و، دوسرے گروپ (جنھیں CONNECTOR LETTERS بھی کہا جاتا ہے) کے شروع میں آئے ہیں اس لیے ان سے جُڑے نہیں ہیں۔ اب ذرا درج ذیل لفظوں کو دیکھیے:

بتا، ثبات، شدّت، شدید، بڈّھا، چڈّھا، غذا، اصغر، شریر، پڑھنا، چڑھنا، عزیز، مژگاں، شور وغیرہ۔ ان لفظوں میں ا، ڈ، د، ذ، ر ڑ، ز ژ و NON CONNECTOR-LETTERS کے بعد آئے ہیں اس لیے یہ ان سے جڑ گئے ہیں۔

س گروپ میں بھی چار حروف آتے ہیں (س ش، ص ض) ان کے درمیان بھی بنیادی علامت ایک ہے اور وہ ہے "س" شوشے، نقطے اور ے کی مدد سے چار حرُوف بن جاتے ہیں۔ ان کو دوسرے حرُوف سے ملاکر لکھتے وقت ان کا نیم دائرہ "ں" ختم ہو جاتا ہے اور ان کی یہ شکلیں "سد، شد، صد، ضد" باقی رہ جاتی ہیں۔ یہی ان کی ذیلی علامات یا ایلوگرافک شیپ ہیں۔ ان کی یہ ذیلی علامتیں لفظ کے شروع اور درمیان میں استعمال ہوتی ہیں۔ جیسے ساتھ، شام، بستر، بشارت، صاف، انصاف، ضرورت، مُضر وغیرہ۔

س اور ش کے اس روپ کے علاوہ ایک دوسرا روپ بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی سں شں۔ یوں تو اِن دونوں رُوپوں کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنے کا رواج ہے لیکن املا کے نقطۂ نظر سے ان دونوں شکلوں کا ماحول متعین کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ حرُوف ب، پ، ت، ٹ، ث، ن اور ی سے جُڑ رہے ہوں تو "سں اور شں" کا استعمال ہونا چاہیے تاکہ شوشوں کی کثرت سے املا میں غلطی نہ راہ پا جائے۔ جیسے تشبیب، شباب، اسناد، اسباب وغیرہ اسی طرح دو "س یا ش" ایک ساتھ لکھے جا رہے ہوں

تو ایک س، ش کی جگہ یہ روپ سـ شـ استعمال کرنا چاہیے۔ مثلاً سمت، سسرال، سسکی، سشن، شستہ، ششش وغیرہ۔ تاکہ لکھنے میں آسانی ہو سکے اور غلطی سے بچا جاسکے۔

ط ظ - اس گروپ میں صرف دو ہی حروف ہیں۔ بنیادی علامت 'ط' ہے اس پر ایک نقطہ دے دینے سے ایک اور حرف بن جاتا ہے جسے 'ظ' کہتے ہیں۔ ان حرفوں کی کوئی ذیلی علامت یا ایلوگرافک شیپ نہیں ہوتی۔ یہ چاہے ملا کے لکھے جائیں یا آزادانہ، ہمیشہ اپنی اصلی شکل (یعنی پورا روپ) برقرار رکھتے ہیں جیسے طاقت، خط، ظالم، مظالم، محفوظ وغیرہ۔

ع گروپ میں دو حروف ہیں۔ بنیادی علامت دونوں کی ایک ہی ہے۔ یعنی "ع" اس پر بغیر کسی نقطے کا اضافہ کیے ایک حرف مان لیتے ہیں۔ اس کا نام ع ہے اور اس پر ایک نقطہ بڑھا کر اسے ایک اور حرف 'غ' بنا دیتے ہیں۔ یہ حروف جب کسی دوسرے حرف سے ملتے ہیں تو ان کا آخری حصہ جو نیم دائرے کی شکل میں ہوتا ہے ختم ہو جاتا ہے۔ اور صرف یہ شوشہ "عـ/غـ" باقی رہ جاتا ہے۔ یہ ان حروف کی ایک ذیلی علامت ہے جو لفظ کی صرف ابتدائی حالت میں استعمال ہوتی ہے۔ جیسے عبادت، عداوت، غائب، غیرت وغیرہ۔ لفظ کی درمیانی حالت میں ان کی ایک دوسری ذیلی علامت یا ایلوگرافک شیپ بھی استعمال ہوتی ہے اور اس کی صورت اس علامت سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ وہ علامت اس طرح کی ہوتی ہے | ـعـ ـغـ | نجی روزمرّہ اور عام لوگوں کی تحریروں میں یہ علامت اس شکل ـعـ/ـغـ میں بھی ملتی ہے جیسے تعلیم، تعاون، بغاوت، بغیر، تغافل وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں ان حروف کے پورے روپ کے علاوہ ایک اور شکل بھی استعمال ہوتی ہے اور وہ شکل یہ ہے۔ ـع: مثلاً شمع، بالغ، شائع، ضائع وغیرہ۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ع اور غ کی دو ذیلی علامتیں ہیں 'عـ/غـ اور ـعـ ـغـ' اور ان حروف کی آخری شکل بھی دو مختلف صورتوں میں استعمال ہوتی ہے یعنی ع/ـع - غ/ـغ

(ع اردو میں مصوتی آوازوں کو بھی لکھتا ہے اور اس کے اوپر نیچے اعراب وعلامات بھی استعمال کیے جاتے ہیں جیسے عِبادت، عَداوت، عید، عورت، عادت، بعد، عینک وغیرہ)

ف، ق :۔ ان دونوں حروف کے درمیان بنیادی علامت " و " ہے۔ نقطوں کے فرق سے یہ دو الگ الگ حروف بن گئے ہیں۔ ہاں جب یہ لفظ کے آخر میں استعمال ہوتے ہیں تو ان میں تھوڑا سا فرق ضرور پایا جاتا ہے یعنی ف کا آخری حصّہ یو " ب " ہوتا ہے اور ق کا آخری حصّہ نیم دائرے " ں " کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ان دونوں حروف کی ذیلی علامت ایک ہے 'فـ/قـ' ان کی یہ ذیلی علامت ابتدائی اور درمیانی دونوں حالتوں میں استعمال ہوتی ہے۔ جیسے فرصت، مفارقت، قربت، تقریب وغیرہ۔

ک گ :۔ ان میں بنیادی علامت ایک ہے۔ صرف ایک مرکز ـــ کے اضافے سے دو حروف بن گئے ہیں۔ اس گروپ کی دو ذیلی علامتیں ہیں۔ کـ/گـ اور کـا/ گـا۔ پہلی قسم کی علامت 'ا' اور 'ل' کو چھوڑ کر تمام حروف کے شروع اور درمیان میں استعمال ہوتی ہے مثلاً کب، کس، گپ، گشت، بکرا، عکس، جگت، اجگر وغیرہ اور دوسری ذیلی علامت صرف 'ا' اور 'ل' کے ساتھ لفظ کی ابتدائی اور درمیانی دونوں حالتوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً کام، کل، تکلم، احکام، گام، گل، گلاس، جنگلات وغیرہ۔

ل ن ی :۔ ان تینوں حروف کو ایک گروپ میں رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے درمیان ایک بنیادی علامت " ں " مشترک ہے۔ ان میں سے 'ن اور ی' کی ذیلی علامتیں (ایلوگرافک شیپ) بھی ایک سی ہیں۔ ان کی ذیلی علامتیں 'ب' گروپ کی ذیلی علامتوں سے مشابہ ہیں۔ ان کی بھی تین ذیلی علامتیں ہیں 'نـ، نـ، ـنـ ـ یـ، ـیـ، ـبـ۔ ان تینوں علامتوں کا ماحول بھی وہی ہے جو 'ب' گروپ کا ماحول ہے۔ مثلاً نام، تجات، نقص، یاد،

ایجاد، یہاں، یورش، یوم وغیرہ۔ یہ علامت لفظ کی ابتدائی اور درمیانی دونوں حالتوں میں استعمال ہوتی ہے۔ ابتدائی حالت کی مثالیں دی جاچکیں اب درمیانی حالت کی مثالیں دیکھیے: جنتا، جنم، انصار، حبیب، مینچ، پیچ، مایوس وغیرہ۔

ل کی ذیلی صورت صرف ایک ہوتی ہے اور ن اور ی کی آخری ذیلی علامت سے ملتی جلتی ہے مثلاً "ل" ابتدائی اور درمیانی حالتوں میں یہی ل علامت استعمال ہوتی ہے جیسے: لب، لیاقت، خالص، پالش وغیرہ۔

م :- جوڑ کی صورت میں اس حرف کا صرف اوپری حصہ باقی رہتا ہے۔ نیچے کا باقی حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے مزد، موم، مات۔ اس حرف کی دو ذیلی علامتیں استعمال ہوتی ہیں 'م' اور 'و' مثلاً مراد، مالک، محفوظ، مدد وغیرہ۔ درمیان میں صرف 'م' یہ علامت استعمال ہوتی ہے جیسے ممالک، علامت، انجماد، منجمد، ممدو وغیرہ۔

ہ :- یہ حرف اردو میں چھوٹی ہ سے ہے۔ یہ حرف اردو میں دو طرح سے استعمال ہوتا ہے اس لیے یہ دو ناموں سے مشہور ہے۔ ہائے ملفوظی اور ہائے مختفی۔

ہائے ملفوظی :- جب کسی لفظ میں ہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے تو اس وقت ہ ملفوظی ہوتی ہے جیسے بادشاہ، راہ، رہ، آہ، واہ وغیرہ۔ اس ہ کی مندرجہ ذیل چار ذیلی علامتیں ایلوگرافک شیپ ہوتی ہیں جو مختلف ماحول میں استعمال ہوتی ہیں۔

ذیلی علامتیں :- " ہ ، ہـ ، ـہـ ، ـہ " ان میں سے دو علامتیں "ہ اور ہـ" لفظ کی ابتدائی حالت میں استعمال ہوتی ہیں اور "ـہـ" شکل درمیان میں لکھی جاتی ہے۔ درمیانی حالت میں یہ "ہـ" شکل بھی لکھی جاتی ہے اس وقت جب لفظ کی پوزیشن غیر متصل ہوتی ہے۔ جیسے باہر، باہم

وغیرہ۔ آخری علامت لفظ کے آخر میں استعمال ہوتی ہے جیسے تہہ، سہہ، بہہ وغیرہ۔

ذیل میں ان تمام ذیلی علامتوں کا استعمال دکھایا جارہا ہے :۔

ہ = ہار، ہل، ہلدی وغیرہ — ہـ = ہجرت، ہجوم، ہزار، ہم، ہمّت، ہنر، باہر، باہم وغیرہ — ـہـ = بہادر، بہار، بہت، مہربان، مہاوت، شہد وغیرہ — ـہ = تہہ، شہ، بہہ وغیرہ۔

ہائے مختفی :۔ جب کسی لفظ میں ہ کی آواز پوشیدہ ہوتی ہے اور اس کی آواز مصوتہ ऐ اور आ، अ کی طرح سنائی دیتی ہے تو ہائے مختفی ہوتی ہے۔ جیسے پردہ، تحفہ، جلوہ، راستہ، جذبہ، سلسلہ، خدشہ، پہ، نہ، یہ، کہ وغیرہ۔ اس مختفی ہ کی صرف ایک ذیلی علامت ہوتی ہے جو لفظ کے آخر میں استعمال ہوتی ہے اور وہ علامت یہ ہے ـہ۔ لفظ کے آخر میں ہ کی اصلی یعنی پوری شکل بھی استعمال ہوتی ہے جیساکہ اوپر کی مثالوں میں دکھایا گیا ہے۔ ایسے ہندی الفاظ جو या پر ختم ہوتے ہیں ان میں بھی ہ مختفی کی یہ شکل "ـہ" استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً :۔ راجیہ، بھارتیہ، ساہتیہ وغیرہ۔

دوچشمی ھ :۔ اردو میں معکوسی آوازوں کی طرح آوازیں بھی بولی جاتی ہیں۔ مثلاً भ, फ, ठ, झ وغیرہ۔ ان آوازوں کے لیے اردو میں لکھتے وقت دوچشمی 'ھ' کی علامت استعمال کی جاتی ہے۔ ھ کی مدد سے بننے والے حروف اردو میں مرکب یا مخلوط حروف کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ تعداد میں پندرہ ہیں مثلاً بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، رھ، ڑھ، کھ، گھ، لھ، مھ، نھ۔

بھارت۔ پھر۔ تھا۔ ٹھگ۔ جھوٹ۔ چھل۔ دھار۔ ڈھکن۔ گیارھواں۔ گڑھ۔ کھال۔ گھر۔ دلھا۔ تمھارا۔ ننھا۔

نیچے تمام حروف اور ان کی ذیلی علامتوں (ALLOGRAPHIC SHAPES) کا چارٹ دیا جارہا ہے

حرف	ابتدائی حالت ۱	۲	۳	۴	درمیانی حالت	آخری حالت
ا	اَ	اِ	اُ	آ	ا	ا
ب	بـ	بر	لب	-	با/بر/لب	ب
پ	پـ	پر	لپ	-	پا/بر/لپ	پ
ت	تـ	تر	لت	-	تا/تر/لت	ت
ٹ	ٹـ	ٹر	لٹ	-	ٹا/ٹر/لٹ	ٹ
ث	ثـ	ثر	لث	-	ثا/ثر/لث	ث
ج	جـ	-	-	-	جـ	ج
چ	چـ	-	-	-	چـ	چ
ح	حـ	-	-	-	حـ	ح
خ	خـ	-	-	-	خـ	خ
د	د	-	-	-	متصل ر/ غیر متصل د	غیر متصل/متصل د/ر
ڈ	ڈ	-	-	-	ڈ/ڈ	ڈ/ڈ
ذ	ذ	-	-	-	ذ/ذ	ذ/ذ
و	و	-	-	-	و	و
ر	ر	-	-	-	ر/ر	ر/ر
ڑ	ڑ	-	-	-	ڑ/ڑ	ڑ/ڑ
ز	ز	-	-	-	ز/ز	ز/ز
ژ	ژ	-	-	-	ژ/ژ	ژ/ژ
س	سد (ســ)	-	-	-	سد (ســ)	س (ـس)

حرف	ابتدائی حالت ۱	۲	۳	۴	درمیانی حالت	آخری حالت
ش	شہ (شہ)	-	-	-	شہ (شہ)	ش (شں)
ص	صہ	-	-	-	صہ	ص
ض	ضہ	-	-	-	ضہ	ض
ط	ط	-	-	-	ط	ط
ظ	ظ	-	-	-	ظ	ظ
ع	عہ	-	-	-	غیر متصل ع / ﻌ متصل	غیر متصل ع / ﻊ متصل
غ	غہ	-	-	-	غ / ﻐ	غ / ﻎ
ف	فہ	-	-	-	ﻔ	ف
ق	قہ	-	-	-	ﻘ	ق
ک	کہ	ک	-	-	ک / ک	ک
گ	گہ	گ	-	-	گ / گ	گ
ل	ل	-	-	-	ل	ل
ن	نہ	نر	نز	-	نا / نر / نز	ن
ی	یا	یر	لی	-	یا / یر / لی	ی
م	مہ	و	-	-	مہ	م
ہ	ہا	ہہ	-	-	متصل ﮨ / غیر متصل ہا	ہ / ﮧ
ے	یا	یر	لی	-	یا / یر / لی	ے

اردو رسمِ خط کی کچھ اور خاص باتیں :- حروفِ تہجی کے علاوہ اردو میں کچھ ایسی علامات و اعراب بھی ہیں جن کا اردو زبان کے لکھنے میں اہم رول ہوتا ہے۔ جن میں زبر ــَـ ، زیر ــِـ ،

پیش ُ، مد ~، ہمزہ ء، تنوین ً، تشدید ّ، جزم ْ، غنّہ ں ٘، دو چشمی ھ، واؤ معدولہ و، واؤ عطف اضافت مارکر، "ال" کی اضافت، کھڑی زبر ٰ، کھڑی زیر ٖ خاصے اہم ہیں۔

ہمزہ:۔ ء عربی زبان میں 'ع' ایک حرف ہے اور اس کی اپنی آواز ہے لیکن اردو میں یہ ایک املائی علامت کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے اور اس کی اپنی آواز نہیں ہوتی۔ ہمزہ ء کا استعمال ایسی صورت میں ہوتا ہے جب کسی لفظ میں دو مصوتے (VOWELS) (طویل یا خفیف) ایک ساتھ بولے جائیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ء اردو میں VOWEL SEQUENCE کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک ساتھ جب دو مصوتے آتے ہیں تو دوسرے مصوتے کے اوپر ہمزہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً گئے، گئی، جاؤ، نئے، جائیے، کئی وغیرہ۔

تنوین:۔ ایک عربی طریقہ ہے جو اردو میں بھی رائج ہے بلکہ یہ اردو املا کا ایک حصّہ بن چکا ہے۔ جب کسی لفظ پر دو زبر، دو زیر یا دو پیش (ً ٍ ٌ) لگاتے ہیں اور اس کی آواز نون کی نکلتی ہے تو اسے تنوین کہتے ہیں۔ تنوین ً ٍ ٌ کا استعمال اسم اور صفت کو غیر متعلق فعل بنانے کے لیے ہوتا ہے۔

اردو میں دو طرح کی تنوین۔ تنوین زبر ً اور تنوین زیر ٍ استعمال ہوتی ہے۔ تنوین پیش ٌ نہیں استعمال ہوتی ہے۔ یہ صرف ایک لفظ میں دیکھنے کو ملتی ہے جیسے مشارٌالیہ۔ تنوین زیر ٍ بھی بہت کم استعمال ہوتی ہے۔ محض چند لفظوں میں اس کا استعمال ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثلاً نسل بعد نسلٍ لیکن تنوین زبر ً عام طور پر استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً فوراً، عموماً، اتفاقاً، جواباً، اصولاً، شرارتاً، رسماً، خصوصاً، مجبوراً، غالباً وغیرہ۔

تنوین کے استعمال کا قاعدہ یہ ہے کہ لفظ کے آخر میں الف "ا" جوڑ

دیتے ہیں اور اس پر دوزبر لگا دیتے ہیں جیسے اتفاق ← اتفاقاً، شرارت ← شرارتاً ، وقت ← وقتاً ، جبر ← جبراً وغیرہ۔

ہ مختفی پر ختم ہونے والے الفاظ میں "ہ" کو 'ت' سے بدل دیا جاتا ہے اور پھر اس کے آگے 'اً' جوڑا جاتا ہے مثلاً ارادہ ← ارادتاً ، اشارہ ← اشارتاً ، نتیجہ ← نتیجتاً ، واقعہ ← واقعتاً وغیرہ۔

تشدید ّ :- تشدید کا لفظی معنیٰ ہے شدّت پیدا کرنا۔ جب کسی آواز میں شدّت پیدا کرنی ہوتی ہے یعنی اس کو دوبارہ بولنا ہوتا ہے تو اس آواز کو لکھنے میں تشدید کی مدد لی جاتی ہے۔ جیسے بچّہ ، کتّا ، بلّی ، رسّی ، شدّت ، جدّت ، محبّت ، عزّت وغیرہ۔

جزم ْ یہ علامت اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب دو مصمتے (CONSO-NANTS) بغیر کسی مصوتہ (VOWEL) ایک ساتھ آئیں۔ مثلاً تخْت ، سخْت ، برْق ، برْف ، لفْظ وغیرہ۔ ان لفظوں میں آخری دو حرف CONSONANTS ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی مصوتہ نہیں ہے۔ اگر اس علامت کا استعمال نہ کیا جائے تو ان لفظوں کو تخَت ، سخَت ، برَق ، برَف ، لفَظ پڑھے جانے کا امکان بنا رہے گا۔ جو ان کا غلط تلفظ ہوگا۔ یہ علامت اس وقت بھی استعمال کی جاتی ہے جب جڑواں مصوتے (DIPTHONG) استعمال میں آتے ہیں۔ جیسے اَوْر ، اَیْسے ، اَوْراق ، اَیْسا ، کَیْسی وغیرہ۔

نون غنّہ ں ں :- لفظ کے آخر میں آنے والے مصوتہ (VOWEL) کو NASALISED کرنے کے لیے اس علامت ں کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً زباں ، بیاں ، جہاں ، آسماں ، گلستاں ، ماں ، دھواں وغیرہ۔ جب کبھی لفظ کے درمیان میں مصوتہ (VOWEL) کو NASALISED کرنا ہوتا ہے اس وقت بھی غنّہ کا استعمال ہوتا ہے ۔ لیکن اس کی شکل بدل جاتی ہے۔ اس کی شکل نون کے اس ایلوگرافک شیپ ںـ کی طرح ہوتی ہے۔ نون سے فرق کرنے کے لیے اس پر

الٹا جزم کا نشان بنا دیتے ہیں۔ یعنی اس طرح کا نشان ۔ جیسے لنگڑا، جنگ، پتنگ، انگ، سانس، سائنس، بینک وغیرہ۔

واؤ معدولہ:۔ وہ "و" جو لفظ میں لکھا تو جاتا ہے، پڑھا نہیں جاتا اسے واو معدولہ کہتے ہیں۔ جیسے خواب، خواہش، خواجہ، خوار، درخواست، خدانخواستہ، خوان، خود، خوش، خوراک، خودی، خورشید، خوشامد، خویش، خودی وغیرہ۔

مذکورہ بالا لفظوں میں واو کی آواز چھپی ہوئی ہے۔ ان تمام لفظوں میں و اور (و) کی حیثیت واوِ معدولہ کی ہے۔ عام طور پر واوِ معدولہ فارسی لفظوں میں آتا ہے مگر بعض ہندوستانی لفظوں میں بھی واو لکھا جاتا ہے، پڑھا نہیں جاتا جیسے ہوئی، ہُوا، مُوا، اوئی وغیرہ۔

واؤ عطف:۔ "و" دو لفظوں (دو اسم یا دو صفت یا ایک اسم اور ایک صفت) کو آپس میں جوڑنے کا بھی کام کرتا ہے۔ اس وقت وہ واو (و) واوِ عطف کہلاتا ہے۔ مثلاً شمس و قمر، راز و نیاز، خورد و کلاں، نیک و بد، خیر و شر وغیرہ۔

اضافت:۔ کا لفظی معنی ہوتا ہے نسبت، علاقہ۔ ایک لفظ کا علاقہ (تعلق) جب دوسرے لفظ سے دکھانا ہوتا ہے تو اضافت کا استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اضافت دو اسموں یا اسم اور صفت کے درمیان کا، کی اور کے کا معنی دیتی ہے۔ اردو اور ہندی میں دو لفظوں کا تعلق کا، کی اور کے سے دکھاتے ہیں لیکن عربی اور فارسی میں یہ تعلق اضافت کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اردو زبان نے عربی و فارسی کے اس طریقے کو بھی اپنا لیا ہے مثلاً لختِ جگر، نورِ نظر، وقتِ شام، زندگیِ بیمار، پردۂ غفلت، صدائے بازگشت، بوئے گل وغیرہ۔ الفاظ اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اردو میں تین طرح کی اضافت پائی جاتی ہے۔

۱- اضافتِ زیر ۲- اضافتِ ہمزہ اور ۳- اضافتِ یائے مہموز

اضافتِ زیر :- عام طور سے مصمتوں (CONSONANTS) پر ختم ہونے والے لفظوں میں زیر کی اضافت استعمال ہوتی ہے۔

جب مرکب لفظوں میں پہلا لفظ مصمتی حرف پر ختم ہو رہا ہو تو ان حرفوں کے نیچے زیر کی اضافت لگائی جاتی ہے مثلاً رازِ گل ، شاخِ گل ، آبِ حیات ، موجِ دریا، دردِ جگر ، شامِ غم وغیرہ۔

ع : اگر مرکب الفاظ میں پہلا لفظ " ع " پر ختم ہو رہا ہو تو اِس حرف کے نیچے اضافتِ زیر استعمال ہوتی ہے جیسے متاعِ دل ، شعاعِ امید، نوعِ انساں ، طلوعِ سحر ، شمعِ محفل وغیرہ ۔

ی : اگر مرکب لفظوں میں پہلا لفظ " ی " پر ختم ہو رہا ہو تو اِس حرف کے نیچے بھی اضافتِ زیر (ـِ) استعمال ہوگی جیسے بربادیِ چمن ، زندگیِ بہار ، وادیِ طور ، کرسیِ صدارت ، مرضیِ مولا ، خوبیِ قسمت ، روشنیِ چراغ وغیرہ۔ بعض لوگ " ی " پر ختم ہونے والے پہلے لفظ پر اضافتِ ہمزہ سے مثلاً ترقئِ ملک ، خوبئِ تقدیر وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔

نوٹ :- کسی حرف کے نیچے اضافتِ زیر لگانے سے اس حرف کے بعد " اے " کا مصوتہ کا تلفظ ہوتا ہے۔

اضافتِ ہمزہ :- جب کوئی مرکب لفظ کا پہلا لفظ ہ مختفی پر ختم ہو رہا ہو تو ہ / ہ کے اوپر اضافتِ ہمزہ کا استعمال ہوگا۔

مثلاً جلوۂ محبوب ، پردۂ راز ، قطرۂ خون ، خانۂ خدا ، جذبۂ دل ، کوچۂ یار ، حلقۂ زنجیر ، شیشۂ دل وغیرہ ۔ اضافتِ ہمزہ لگانے سے ہ مختفی کی آواز آ، ए میں بدل جاتی ہے ۔ یہاں ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اگر چھوٹی ہ ملفوظی ہو اور ح کی آواز دے رہی ہو تو اس کے نیچے اضافتِ زیر استعمال ہوگی ۔ مثلاً آہِ مظلوم ، راہِ وفا ، کوہِ طور وغیرہ۔

اگر مرکب لفظوں کا پہلا لفظ یائے مجہول "ے" پر ختم ہو رہا ہو تو اس حرف کے اوپر بھی اضافتِ ہمزہ لگائی جاتی ہے۔ جیسے شئے لطیف، مئے صاف وغیرہ۔

اضافتِ یائے ہموز ے :-

مرکب الفاظ میں سے پہلا لفظ جب آ ا اور او وٗ پر ختم ہو رہا ہو تو اس کے آگے 'ے' لکھ کر اس پر ء لگا دیتے ہیں۔ مثلاً صدائے وطن، نوائے مُرغ، سزائے موت، تماشائے دنیا، بوئے گل، آرزوئے دوست، آبروئے یار وغیرہ۔

نوٹ :- اگر و پہلے لفظ کے آخر میں SEMI VOWEL کے طور پر آ رہا ہو تو اس کے نیچے اضافتِ زیر استعمال ہوگی۔ مثلاً جزوِ بدن، عضوِ خاص، محوِ خیال وغیرہ۔

ال :- 'ال' عربی زبان میں اضافت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ اضافت اردو کے ان مرکب الفاظ میں ہوتا ہے جن کا ماخذ عربی ہے۔ یہ اضافت بھی دو اسموں میں علاقہ پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے جس کا معنی ہے " کا، کی، کے "۔ اردو میں اس اضافت کا تلفظ دو طرح سے ادا ہوتا ہے۔ ایک میں 'ل' کی آواز سنائی دیتی ہے۔ مثلاً خورشیدالاسلام، دارُالحکومت، بیت الغزل، ملکُ الموت، حُبُّ الوطن، عیدالفطر، یوم الحساب، بین الاقوامی وغیرہ۔

اور دوسری میں 'ل' کی آواز معدوم ہوتی ہے یعنی نہیں سنائی دیتی جیسے دار السلطنت، عبدالصمد، عبدالرحمان، نظام الدین، قمرالزماں، دارالشفا، توبتہ النصوح وغیرہ۔

تلفظ کے نقطۂ نظر سے 'ال' کی اضافت والے مرکب لفظوں کو دو خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ایسے مرکب الفاظ جن میں 'ال' کا تلفظ نہیں ہوتا ہے۔

(۲) اور وہ مرکب الفاظ جن میں 'ال' کا تلفظ ہوتا ہے۔

۱- اگر مرکب لفظوں کا دوسرا لفظ " ت، ط، د، ث، س، ص، ذ، ز، ض، ظ، ش، ل، ر، اور ن CONSONANTS سے شروع ہوتا ہے تو یہ حروف

مشدد ہو جاتے ہیں اور ان کی آوازیں پہلے لفظ کی آخری آواز سے جڑ جاتی ہیں۔ اور پہلے لفظ کے آخری حرف پر پیش لگ جاتا ہے۔ تو ایسے مرکب لفظوں میں 'ال' کا تلفظ نہیں ہوتا۔ مثلاً دارُالسلام، فخرُالدین، دارالشفا، تحتُ الثریٰ، قمرالزماں، سلیم الطبع، عبداللہ، توبتہ النصوح، مافی الضمیر وغیرہ۔

۲۔ اگر مرکب لفظوں کا دوسرا لفظ مذکورہ بالا حروف کے علاوہ باقی حرفوں سے شروع ہوتا ہے تو یہ حروف مشدد نہیں ہوتے اور ایسے لفظوں میں 'ل' کا تلفظ ہوتا ہے مثلاً دارالحکومت، عیدالفطر، حبّ الوطن، شیخ الجامعہ، عبدالقائم، ابوالکلام، فارغ البال، بین الاقوامی، یوم الحساب، ملک الموت وغیرہ۔

نمبر ایک والے حروف جن کی آوازیں دنتی ہوتی ہیں، حروفِ شمسی کہلاتے ہیں۔ اور نمبر دو والے باقی حروف یعنی ب، ج، ح، ع، غ، ف، ق، ک، م، و قمری کہلاتے ہیں۔ 'ال' کی اضافت کا اصول یہ ہوا کہ مرکب الفاظ کے لفظ کی ابتدا اگر شمسی حروف سے ہو رہی ہو تو ان لفظوں میں 'ل' کا تلفظ نہیں ہوگا اور قمری حروف سے اسکی شروعات ہو رہی ہو تو 'ل' کا تلفظ کیا جائے گا۔ 'ا' کسی بھی حالت میں نہیں پڑھا جائے گا۔ یعنی 'ا' کی آواز دونوں صورتوں میں خاموش ہوگی۔ ال کا استعمال انگریزی کے THE ARTICLE کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے الکتاب، الرسول، البیان، الکلام وغیرہ۔

کھڑا زبر (چھوٹا الف):- اردو میں بعض لفظوں پر عربی قاعدے کے مطابق کھڑا زبر (چھوٹا الف) استعمال ہوتا ہے جس کی آواز، طویل مصوتہ آ (AA) کی طرح ہوتی ہے مثلاً موسیٰ، عیسیٰ، لہٰذا، حتّیٰ، معرّیٰ، اعلیٰ، ادنیٰ، رحمٰن وغیرہ۔

کھڑی زیر آ:- اردو میں کھڑا زیر کا استعمال طویل مصوتہ ی (ئی) کے لیے ہوتا ہے جیسے باریک، شیر، تصویر وغیرہ۔ مگر یہ علامت کچھ لفظوں میں مصمتی حرف (CONSONANT LETTERS)

کے نیچے بھی دکھائی دیتی ہے جیسے مشبّہٌ بہٖ ، بعینہٖ وغیرہ۔

اردو میں استعمال ہونے والے اعراب و علامات کا چارٹ

اعراب و علامات کا نام	نشان	علامت	
زبر	ـَ	ؔ	تخلص کی علامت: میرؔ، اقبالؔ، غالبؔ
زیر	ـِ	؏	مصرعہ کی علامت: کوئی مصرع نقل کرنے سے پہلے یہ علامت لکھتے ہیں۔
پیش	ـُ		
تشدید	ـّ	؎	شعر لکھنے سے قبل یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔
مد	ـٓ	ص	صفحے کے لیے
جزم	ـْ	ؑ	عَلَیہِ السَّلام
الٹا جزم نون غنہ کیلیے	٘	رح	رحمۃ اللہ عَلَیہ
ہمزہ	ء	؏	عدد کا مخفف، نمبر شمار کے لیے: ؏۱، ؏۹، ؏۱۰
دوچشمی ھ	ھ	ء	عیسوی کا مخفّف: جیسے ۱۹۸۶ء
تنوین	ـً ـٍ ـٌ	ھ	ہجری کا مخفّف: جیسے ۱۳۲۰ھ
کھڑا زبر	ـٰ	ق م	قبل مسیح: دو سو سال قبل مسیح
کھڑا زیر	ـٖ	/	رقم، تاریخ یا وزن کے ہندسے کے بعد آڑی لکیر: ۲/مارچ
		ﷺ	صلعم کا مخفّف: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

"تحریر کی تدریس کا طریقۂ کار"

تحریر زبان کا ایک ناگزیر اور اہم پہلو ہے۔ اسے سیکھے بغیر زبان کی ساخت، اس کی باریکیوں اس کے رموز و نکات اور صحیح محلِ استعمال سے اچھی طرح واقف نہیں ہوا جا سکتا۔ تحریر انسانی تجربات و محسوسات اور خیالات و افکار کے اظہار کا سب سے موزوں، مناسب، مؤثر اور محفوظ وسیلہ ہے۔ یہ کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ تحریر دنیا کے تمام علوم کے اظہار کا واحد ذریعہ ہے۔ اب تک کے تمام انسانی افکار کا بیشتر سرمایہ تحریر کے ذریعہ ہی سامنے آسکا ہے۔ اور شاید آئندہ بھی ان کے انعکاس کا وسیلہ یہی بنے۔ علوم کے علاوہ تخلیقی اظہار و ابلاغ کا بھی یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ فنونِ لطیفہ کا اہم ترین فن "ادب" کے اظہار کا وسیلہ بھی یہی بنتی ہے۔ تحریر جانے بغیر شعر و ادب کی تخلیق ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تحریر کی اہمیت یوں بھی ہے کہ یہ مختلف سطحوں پر انسانی روابط کو بحال کرنے مربوط بنانے اور انھیں قائم رکھنے میں دیگر ذرائع کے مقابلے میں زیادہ آسان، زیادہ مؤثر اور زیادہ معاون ثابت ہوتی ہے تحریر کے ذریعہ اُن باتوں کا اظہار بھی ممکن ہو پاتا ہے جنھیں کسی اور وسیلے سے مثلاً بول کر ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ تحریری بیان میں وہ مصلحتیں اور رکاوٹیں بھی آڑے نہیں آتیں جو بولتے (یا گفتگو کے) وقت درپیش ہوتی ہیں۔ تحریر کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ زندگی میں روزمرہ کے معاملات اور کاروبارِ دنیا میں قدم قدم پر انسان کی

کی مدد کرتی ہے۔ تحریر کے ذریعے ہمارے بہت سے راز دوسروں پر منکشف ہونے سے بچ جاتے ہیں۔ جو لوگ لکھنا نہیں جانتے انہیں اپنے جذبات وخیالات کو کسی اور کے ذریعے لکھوانا پڑتا ہے۔ یہ صورتِ حال عموماً خط وکتابت کے وقت پیش آتی ہے۔ دوسروں سے خط لکھوانے میں مافی الضمیر کا پورا پورا اظہار نہیں ہو پاتا۔ شرم، مصلحت اور بعض اوقات خوف کی وجہ سے اصل مدعا مکتوب الیہ تک نہیں پہنچ پاتا۔ خصوصاً ان عورتوں کو اس صورتِ حال کا سامنا زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ جن کے شوہر پردیس میں ہوتے ہیں اور جو لکھنا نہیں جانتیں۔ ان کے علاوہ بھی تحریر کے اور بہت سے فائدے ہو سکتے ہیں۔ یہاں سب کو گنوانے کی بجائے مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ لسانی فنون کا کوئی بھی پروگرام تحریری اظہار کے بغیر مکمّل نہیں ہوتا۔ لیکن تحریر جتنی اہم ہے اتنا ہی دشوار بھی ہے۔ اسی لیے تحریر سیکھنے میں زیادہ وقت ہوتی ہے۔ زیادہ وقت لگتا ہے اور اس کے لیے زیادہ مشق کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ لکھنا سیکھتے وقت دوسرے (SKILLS) کے مقابلے میں زیادہ محتاط بھی ہونا پڑتا ہے کیونکہ لکھتے وقت بہت سی باتوں اور اصولوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے جن کی بولنے اور پڑھتے وقت کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے۔ مثلاً بولنے میں املا کے مسائل اور اس کی پریشانیوں سے واسطہ نہیں پڑتا۔ بولتے وقت قواعد کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری نہیں ہوتا۔ جملوں کی ساخت یعنی فاعل، فعل، مفعول وغیرہ کی ترتیب کو ملحوظ رکھے بغیر بھی کام چلایا جا سکتا ہے۔ کسی موضوع پر گفتگو کرتے وقت اس موضوع کی تنظیم وترتیب کی بھی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ رموزِ اوقاف اور مختلف علامات اور پیراگرافنگ کا استعمال ضروری نہیں ہوتا۔ اسی طرح پڑھتے وقت بھی ان میں سے بہت سی باتوں پر دھیان دینا ضروری نہیں سمجھا جاتا لیکن اس کے برعکس لکھنے میں مذکورہ بالا تمام امور پر توجہ دینی ہوتی ہے اور ان پر سختی سے کاربند بھی ہونا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ تحریر کی صفائی اور خوش خطی کا

بھی خیال رکھنا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ صرف یہ کہ تحریر بھونڈی، بدشکل اور بے ربط ہو سکتی ہے بلکہ موضوع یا مضمون کا اظہار بھی ٹھیک طرح سے اور مکمل طور پر نہیں ہو سکتا۔ تحریر کا تاثر بھی کم پڑ سکتا ہے اور بعض اوقات زائل بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے زبان کی تدریس کے لیے اُس کے تحریری پہلو پر خاصی توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ لکھنا سکھانے اور تحریر میں پختگی لانے اور مہارت پیدا کرنے کے لیے کیا طریقۂ کار ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں عام طور پر جو طریقے اپنائے جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

۱۔ نقل نویسی (۲) املا نویسی (۳) انشائیہ نویسی (۴) نقل لفظ (۵) اور ترجمہ

نقل نویسی (IMITATIVE WRITING) نقل نویسی کا طریقہ ابتدائی اسٹیج پر استعمال کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اس طریقے میں یہ ہوتا ہے کہ اساتذہ طلبہ کو کتاب سے کچھ الفاظ یا کوئی عبارت نقل کرنے کے لیے دے دیتے ہیں اور طلبہ ان کو گھر سے نقل کر کے لاتے ہیں یا استاد اس عبارت کو کلاس روم میں تختۂ سیاہ پر لکھ دیتا ہے اور طالب علم اسے اپنی کاپی پر اتار لیتے ہیں۔ اصلاح کا قاعدہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ استاد نقل کیے گئے غلط لفظوں پر نشان لگا کر ان کا املا دُرست کر دیتا ہے اور طلبہ سے کہہ دیتا ہے کہ وہ غلط لفظوں کے صحیح روپ یعنی اصلاح شدہ الفاظ کو پانچ پانچ یا دس دس بار لکھ ڈالیں۔ بس نقل نویسی کے کام کو پورا سمجھ لیا جاتا ہے۔ لیکن کیا اس طریقے کے ذریعے تحریر سکھانے میں اتنا ہی کافی ہے یا اس کے علاوہ بھی کچھ امور پر دھیان دینے کی ضرورت ہے؟ میرا خیال ہے اتنا کافی نہیں۔ اس سلسلے میں اساتذہ کو کچھ اور باتوں کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ خلاً پہلی بات یہ کہ نقل کے لیے عبارت دیتے وقت یہ دیکھا جائے کہ طلبہ کو کس قسم کی عبارت دی جا رہی ہے۔ شروع میں ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ کتاب کے کسی بھی سبق یا کہیں سے بھی کوئی پیراگراف اٹھا کر انھیں دے دی جائے۔ بلکہ عبارت کے انتخاب میں

درج ذیل پہلوؤں کو ملحوظ رکھنا چاہیے:-

(الف) عبارت صاف ستھری اور دلچسپ ہو،

(ب) الفاظ سہل اور جملے چھوٹے اور آسان ہوں۔

(ج) عبارت طلبہ کے نظر سے گذر چکی ہو

دوسری بات یہ کہ کتاب سے نقل کروانے کی بجائے اس عبارت کو بلیک بورڈ پر لکھ دیا جائے یا اگر ممکن ہو تو کاغذ کے کسی بڑی شیٹ پر اس کو منتقل کر کے کلاس روم میں کسی مناسب جگہ پر آویزاں کر دیا جائے۔ کیونکہ کتاب عام طور پر کاتبوں کی جلد بازی اور شوقِ تزئین کی نذر ہو جاتی ہے اور لفظوں کا املا اکثر تزئین کاری کے چکر میں بگڑ کر کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے کتابوں میں اعراب و علامات کی پابندی بھی نہیں ہوتی جو ابتدائی نصاب کے لیے نہایت ضروری ہے۔ عبارت کو تختۂ سیاہ یا کاغذ پر لکھتے وقت استاد کو یہ بھی چاہیئے کہ وہ لفظوں کو صاف صاف اور نمایاں کر کے لکھے۔ ضروری اعراب و علامات لگانا نہ بھولے، جملے میں لفظوں کے درمیان مناسب دوری کو برقرار رکھے۔ اسی طرح نقل کی گئی عبارت کی اصلاح کے وقت عُجلت سے کام نہ لے۔ غلط لفظوں پر محض نشان لگا کر انھیں صحیح لکھ دینے پر اکتفا نہ کرے بلکہ وہ یہ بھی دیکھے کہ

—— حروف کے صحیح شوشوں کا خیال رکھا گیا ہے یا نہیں،

—— شوشے کم یا زیادہ تو نہیں بنا دیے گئے ہیں،

—— حروف کی الیوگرافک شیپ (ٹوٹی ہوئی شکلیں) مخصوص ماحول کے مطابق استعمال کی گئی ہیں یا نہیں۔ مثلاً اردو کے "ب" گروپ کے حروف کی ایک سے زیادہ ٹوٹی ہوئی شکلیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک شکل الگ الگ ماحول کے لیے مخصوص ہے جیسے 'ب' سے شروع

ہونے والے مندرجہ ذیل الفاظ :۔ 'بات ، بحث اور بس ' میں ب کی الگ الگ شکلیں استعمال ہوں گی ۔ بات والی شکل "بحث" میں استعمال نہیں ہوگی ۔ اسی طرح "بحث" والی "بات" میں اور "بات" والی "بس" میں نہیں ہوگی ۔ اسی طرح اردو کے باقی گروپ کے حروف کی بھی ایک سے زیادہ ایلوگرافک شیپ ہیں جو الگ الگ ماحول میں استعمال ہوتی ہیں۔

—— حروف کے نقطے صحیح تعداد اور مناسب مقام پر لگائے ہیں یا نہیں ۔ عام طور پر نقطوں کے استعمال میں لاپرواہی سے کام لیا جاتا ہے۔ نتیجے میں لفظ کچھ کا کچھ پڑھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً "ٹپک" ایک لفظ ہے۔ اگر 'پ' کے نقطے اپنی جگہ سے ذرا سا بھی کھسک گئے تو 'ٹپک'، 'پٹک' بن جائے گا۔ اسی طرح نبات، بنات اور پتا، تپا بن کر رہ جائیں گے ۔ اردو میں یہ صورتِ حال سیکڑوں الفاظ کے ساتھ پیش آسکتی ہے ۔

—— ضروری اعراب و علامات کا استعمال کیا گیا ہے یا نہیں، اور وہ اپنے صحیح مقام پر موجود ہیں یا نہیں۔ نہیں تو دِل، دَل، بَل، بِل، سَیر، سیر وغیرہ لفظوں میں امتیاز کرنا مشکل ہو جائے گا ۔ اور اسی طرح اِن کی غیر موجودگی میں رِیل کو ریل، تیل کو تِیل، شیر کو شِیر، پیٹ کو پیٹ، مِیچ کو میچ، جیب کو جِیب پڑھا جاسکتا ۔

—— لفظوں کے درمیان مناسب جگہ چھوڑی گئی ہے یا نہیں۔ تمام الفاظ ایک سیدھ میں لکھے گئے ہیں یا نہیں۔ خط ٹیڑھا میڑھا تو نہیں ہو گیا ہے۔ کوئی حرف اپنی مخصوص جگہ سے ہٹ کر ضرورت سے زیادہ اوپر نیچے تو نہیں ہو گیا ہے۔

اگر اِن باتوں پر شروع میں توجہ دی گئی تو طالب علم نہ صرف یہ کہ آئندہ بھی کچھ لکھتے وقت اِن کا خیال رکھے گا بلکہ اس کی تحریر صحیح، صاف اور خوبصورت بنتی چلی جائے گی اور غلطیوں کا امکان کم سے کم ہوتا جائے گا۔

املانویسی :- تحریر سکھانے کا ایک طریقہ املا نویسی بھی ہے۔ یہ طریقہ اُس وقت اپنایا جاتا ہے جب طلبہ حرُوف کی بناوٹ اور ان کی شکستہ شکلوں کو جوڑنا سیکھ جاتے ہیں اور اپنی حافظہ کی مدد سے پورا پورا لفظ لکھنے اور ان سے جملے بنانے لگ جاتے ہیں۔ اِملا کے ذریعہ تحریر سکھانے یا اُس میں مہارت پیدا کرنے کا رائج طریقہ یہ ہے کہ استاد کلاس میں پڑھائی جانے والی کتاب کا کوئی پیراگراف DICTATE کراتا ہے۔ یا اپنی یادداشت سے کسی موضوع پر کچھ جملے لکھواتا ہے اور پھر ان کی اِصلاح کرتا ہے۔ عموماً اصلاح کے دو طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ ایک طریقہ یہ کہ استاد ایک ایک کاپی کو دیکھتا ہے، غلط لفظوں پر نشان لگاتا ہے اور اُن کا صحیح اِملا کاپی کے نیچے لکھ دیتا ہے اور طلبہ استاد کی ہدایت کے مطابق متعدد بار ان کو لکھ ڈالتے ہیں۔ دوُسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس پیراگراف یا مضمون کو بولنے کے بعد استاد خود اسے تختۂ سیاہ پر لکھ دیتا ہے اور طلبہ اُس درست عبارت کی مدد سے اپنی اپنی غلطیاں صحیح کر لیتے ہیں۔ اور بس اسی کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔ لیکن املا کے ذریعے تحریر سکھانے میں صِرف اتنا ہی کافی نہیں، اس سے لکھنے کی مشق تو ہو سکتی ہے نئے نئے الفاظ سے واقفیت بھی ہو سکتی ہے اور کسی حد تک صحیح اِملا بھی لکھا جا سکتا ہے لیکن پوُری طرح سے املا کی درستی اور تحریر میں پختگی لانے کے لیے ان کے علاوہ بھی کچھ چیزوں پر دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ مثلاً اِملا شروع کرانے سے قبل طلبہ کو سکھائی جانے والی زبان کی تحریر میں استعمال ہونے والے ضرُوری رموز و اوقاف اور علامات و نشانات سے واقف کرانا ضرُوری ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہ جملے کے خاتمے پر کون سا نشان لگتا ہے؟ کوما کہاں استعمال ہوتا ہے؟ (INVIRTED COMMA) کا استعمال کب اور کہاں ہوتا ہے؟ سوالیہ اور ندائیہ جملوں کا نشان کیسا ہوتا ہے؟ اور ان علامات اور نشانات کی شکلیں لکھائی یا سکھائی جانے والی زبان میں کس طرح بنائی جاتی

ہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں؟ جیسے انگریزی میں (FULL STOP) کے لیے جو علامت بنائی جاتی ہے وہ ہندی سے مختلف ہے اور ہندی میں استعمال ہونے والا نشان اُردو سے جدا ہے اور ہر زبان میں ان کے نام بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسی طرح ہر زبان میں ان نشانات و علامات کی شکلیں اور ان کے نام مختلف ہوسکتے ہیں۔ مثلاً سوالیہ جملے کا نشان انگریزی اور ہندی کے برعکس اردو میں الٹا بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا اساتذہ کو املا لکھواتے وقت وقفے، مکمل ٹھہراؤ، جملے کی نوعیت مثلاً سوالیہ ندائیہ وغیرہ، کا خود بھی خیال رکھنا چاہیے تاکہ طلبہ کو املا لکھتے وقت آسانی سے یہ اندازہ ہوتا رہے کہ انھیں کہاں، کون سی علامت یا نشان استعمال کرنا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اساتذہ کو بولتے وقت تلفّظ کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے تاکہ ایک ایک لفظ میں استعمال ہونے والی آوازیں طلبہ کے ذہن میں اپنی صحیح شکل اُبھار سکیں ورنہ دُرست املا لکھنے میں طلبہ کو دشواری ہوسکتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ شروع میں، املا لکھاتے وقت ایسے الفاظ، جملے یا پیرگراف استعمال کیے جائیں جن سے طلبہ کے کان آشنا ہوچکے ہوں اور اگر وہ ان کے معنی سے بھی واقف ہوں تو یہ اور بہتر ہوگا۔ ایسی عبارت لکھنے میں انھیں زیادہ آسانی ہوسکتی ہے کیوں کہ سُنے اور جانے ہوئے الفاظ کی تصویر ذہن میں بغیر کسی رکاوٹ کے بن جاتی ہے اور اس تصویر کو کاغذ پر منتقل کرنے میں دشواری کم سے کم ہوتی ہے۔ اگر اُن سے ایسا لفظ لکھوایا جائے جو پہلی بار ان کی سماعت میں داخل ہورہا ہو تو اس کی تصویر دُھندلی بنے گی اور اس کے لکھنے میں غلطی کا امکان زیادہ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ طلبہ سے اِس طرح کے الفاظ لکھوائے ہی نہ جائیں جن سے ان کے کان آشنا نہ ہوں۔ نئے نئے الفاظ بھی لکھائے جاسکتے ہیں اور اُنھیں لکھوایا جانا چاہیے بھی، لیکن اِس ضمن میں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ وہ الفاظ طلبہ کے دائرۂ ذہن (RANGE)

سے بہت دور کے نہ ہوں۔ نئے نئے الفاظ اگر سیکھے گئے الفاظ و اصوات سے ملتے جلتے ہوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ مثلاً اگر طالب علموں کو "ضرورت" اور "ثبوت" سکھائے جا چکے ہیں۔ تو "ضرور، ضروری، ضروریات اور ثابت، ثبت وغیرہ الفاظ آسانی سے ان کے علم میں لائے جا سکتے ہیں۔

چوتھی بات یہ کہ عبارت یا پیراگراف کے انتخاب میں طلبہ کی عمر، ان کے افتادِ طبع اور ان کی دلچسپی کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ اگر طالب علم کی عمر، مزاج اور اس کی پسند و ناپسند کو ملحوظ رکھ کر عبارت لکھوائی جائے گی تو وہ لکھنے میں دلچسپی لے سکے گا اور اس طرح اس کے لکھنے کا شوق بڑھے گا۔ اور غلطیوں کا امکان بھی کم ہوگا۔

املا کی اصلاح کرتے وقت اساتذہ کو نقل نویسی کے ضمن میں بتائے گئے امور کا خیال رکھنے کے علاوہ درج ذیل باتوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے:۔

۱۔ رموز و اوقاف کا خیال رکھا گیا ہے یا نہیں،

۲۔ اوقاف کے صحیح نشانات استعمال ہوئے ہیں یا نہیں،

۳۔ پیراگرافنگ کی گئی ہے یا نہیں۔

انشا پردازی:۔

تحریر کی تدریس اور لکھائی سکھانے کا تیسرا طریقہ انشا پردازی یا انشا نویسی ہے۔ انشا پردازی تحریر میں پختگی پیدا کرنے کا ایک نہایت ہی مؤثر طریقہ ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف یہ کہ زیادہ سے زیادہ لکھنے کی مشق ہو سکتی ہے اور تحریر میں پختگی پیدا کی جا سکتی ہے بلکہ اس سے آزادانہ تحریر (FREE WRITING) کی عادت بھی ڈالی جا سکتی ہے۔ ساتھ ہی اس سے طلبہ کے خیال اور سوچ کے دروازے کھولے جا سکتے ہیں۔ اسلوب (STYLE) کی داغ بیل پڑ سکتی ہے اور تخلیقی اظہار کی سمت بڑھا جا سکتا ہے۔

انشا پردازی کے زمرے میں خاص طور پر دو چیزیں آتی ہیں۔ ایک مضمون

نگاری اور دوسری خطوط نویسی۔ یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے کہ ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں ان کی طرف سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ ان کی طرف کم سے کم توجہ دی جاتی ہے۔ ان کی تدریس خالص امتحانی نقطۂ نظر سے ہوتی ہے۔ اساتذہ اپنے ایک آدھ تعارفی لیکچر میں مضمون نگاری اور خطوط نویسی کی اہمیت اور ان کے اصول وضوابط پر سرسری طور پر کچھ باتیں بتادیتے ہیں۔ نصاب میں داخل کتاب سے کوئی ایک مضمون اور ایک دو خطوط نمونے کے طور پر پڑھ کر سُنا دیئے جاتے ہیں اور باقی طلبہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ طلبہ امتحان پاس کرنے کے لیے کتاب کے باقی مضامین، خطوط اور درخواستیں رٹ لیتے ہیں۔ اس ضمن میں میں نہایت زور دے کر یہ کہنا چاہوں گا کہ مضمون نگاری اور خطوط نگاری سکھاتے وقت اساتذہ کو سہل پسندی سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ یہ ایک بڑا ہی اہم سبجکٹ ہے اور اس کے بے شمار فائدے ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ انشا پردازی طالب علموں کو اظہار کی قوت عطا کرتی ہے جو ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ بہت سے اچھے طالب علم بھی اس کی کمی کے سبب اچھے تاثرات قائم نہیں کر پاتے۔ لہٰذا اساتذہ کو چاہیے کہ وہ اس پر سنجیدگی سے توجہ دیں اور محنت ومشقت اور لگن سے کام لیں۔ مضمون نگاری کے سلسلے میں اساتذہ کو مندرجہ ذیل امور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے:۔

ا۔ ابتدا میں چھوٹے چھوٹے مضامین لکھوائے جائیں۔

ب۔ جس عنوان یا موضوع پر طلبہ سے مضمون لکھوانا ہو، اس پر کلاس میں پہلے زبانی اظہار خیال اور بحث ومباحثے کا موقع دیا جائے۔

ج۔ اس مضمون سے متعلق جو مخصوص لفظیات واصطلاحات ہوں انھیں لکھوا دیا جائے تاکہ طلبہ ان کے سہارے اپنے جملے مرتب کرسکیں۔

د۔ عنوان اور موضوع کے انتخاب میں طلبہ کی دلچسپی کا خیال رکھا جائے۔

د۔ ابتدا میں صرف ان موضوعات پر انشا کا کام کرایا جائے جن سے متعلق تجربات و مشاہدات کے زیادہ سے زیادہ مواقع طالب علموں کو مل چکے ہوں۔

ز۔ انشا پردازی کے مختلف نمونے بھی دکھائے جائیں۔

س۔ عبارت میں ربط اور اظہار خیال میں نظم و ترتیب کا لحاظ بھی رکھوایا جائے۔

ش۔ وقتاً فوقتاً اسکول کی جانب سے مضمون نگاری کے مقابلے کا بھی انعقاد کیا جائے۔

اسی طرح خطوط نگاری پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تحریر کی تدریس کے لیے میرے خیال میں یہ مضمون نگاری سے بہتر اور مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ خط لکھنے کے لیے مضمون کی طرح زیادہ لیاقت اور کسی موضوع پر زیادہ معلومات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نہ ہی مضمون کی طرح اظہار خیال میں کسی منطقی ربط کا سختی سے لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ خط میں وہی باتیں لکھنی ہوتی ہیں جن کا تعلق روزمرہ کی زندگی کے مسائل سے ہوتا ہے اور جن سے تقریباً ہر آدمی واقف ہوتا ہے۔ خط لکھنے میں مضمون کی طرح مخصوص قسم کی اصطلاحات اور علمی زبان استعمال کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ اس کے لیے فطری زبان یعنی بول چال اور روزمرہ کی زبان چاہیے جو ہر آدمی کے پاس ہوتی ہے۔ ایک بڑی بات یہ ہے کہ خط لکھنے میں زیادہ دلچسپی قائم رہ سکتی ہے کیوں کہ اپنی بات ہوتی ہے۔ اپنے جملے ہوتے ہیں۔ اپنے جذبات و احساسات کو دوسرے تک پہنچانے کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس میں زیادہ دلچسپی لی جا سکتی ہے اور زیادہ انہماک بھی دکھایا جا سکتا ہے۔ خط کو خوب صورت اور مؤثر بنانے کی خواہش میں خوبصورت عبارت لکھنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ پھر ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ خط لکھنے والے کو یہ احساس نہیں رہتا کہ اس کے

غلطیوں کی پکڑ ہو سکتی ہے۔ اسی لیے خط کو فطری اظہار کا ذریعہ کہا جاتا ہے۔ اور خط لکھنا ہر آدمی پسند کرتا ہے۔

خط ایک ایسا ذریعہ ہے جو انسانی روابط کا کام کرتا ہے۔ مختلف رشتوں کو استوار کرنے میں مدد کرتا ہے۔ یہ مختلف طرح کے لوگوں سے ربط و ضبط رکھنے کا وسیلہ ہے۔ اس لیے یہ زیادہ معاون ہو سکتا ہے تحریری مشق کے لیے۔ تحریر کی پختگی کے لیے اور زورِ بیان کے لیے بھی۔

لہٰذا اساتذہ کو چاہیے کہ وہ اُس پر زیادہ سے زیادہ توجہ صرف کریں۔ طلبہ میں خط لکھنے کی عادت ڈلوائیں۔ اس پر زیادہ سے زیادہ مشقی کام کرائیں۔

کسی زبان میں خطوط نگاری سکھاتے وقت اساتذہ کو مندرجہ ذیل باتوں پر نظر رکھنی چاہیے :-

۱- طالب علموں کو اس زبان میں خطوط نویسی کے اصوُل بتائے جائیں۔

۲- انھیں خط کی مختلف تیکنیک سے واقفیت کرائی جائے۔

۳- مختلف لوگوں کے لیے جو مختلف آداب و القاب استعمال ہوتے ہیں ان سے اُنھیں واقف کرایا جائے۔

۴- ہر طرح کے خط مثلاً ذاتی، کاروباری، دفتری، درخواست، دعوت نامہ وغیرہ کے بہترین نمونے ان کے سامنے رکھے جائیں۔

تحریری زبان کی تدریس میں دو اور طریقے اپنائے جاتے ہیں نقلِ لفظ اور ترجمہ۔ یہ دونوں طریقے ثانوی زبان سکھاتے وقت استعمال کیے جاتے ہیں۔

نقلِ لفظ (TRANSLITRATION) :- کا طریقہ یہ ہے کہ طلبہ کو اپنے زبان کا کوئی پیراگراف دے دیا جاتا ہے اور ان سے اس پیراگراف کا رسم خط تبدیل کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ یعنی جو کچھ اس پیراگراف میں لکھا ہوا ہوتا ہے ہوُ بہوُ اسی کو سیکھی جانے والی زبان میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔ یہ طریقہ تحریر

سکھانے میں بہت زیادہ معاون ثابت نہیں ہوتا البتہ اس سے لکھنے کی مشق ضرور ہو جاتی ہے۔

ترجمہ (TRANSLATION):- اس کے مقابلے میں زیادہ معاون اور مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اس طریقے کے لیے یہ ضروری ہے کہ طلبہ کو پہلے سے کوئی ایک زبان آتی ہو۔ ترجمہ کے ذریعے تحریر سکھاتے وقت اساتذہ کو مندرجہ ذیل باتوں پر دھیان دینا چاہیے۔

(الف) ابتدا لفظی ترجمے سے کرانی چاہیے۔

(ب) دھیرے دھیرے آزاد ترجمے کی طرف آنا چاہیے۔

(ج) ترجمے کے لیے شروع میں ایسے پیراگراف کا انتخاب کرنا چاہیے جس میں عام بول چال اور روزمرّہ کے الفاظ ہوں۔ اگر اس طرح کی کوئی عبارت کسی کتاب میں دستیاب نہ ہو تو اساتذہ کو چاہیے کہ اسے خود ترتیب دیں۔ مثلاً طلبہ کی پہلی زبان اگر ہندی ہے تو انھیں ہندی میں کوئی ایسی عبارت لکھ کر دی جا سکتی ہے جس میں ہندی کے آسان الفاظ اور روزمرّہ استعمال ہوئے ہوں۔

اس طرح کی عبارت سے طلبہ کو اردو کے روزمرّہ سے واقفیت ہو سکتی ہے اور ان لفظوں کی مشق بھی۔ نئے نئے الفاظ حاصل ہوں گے اور ان لفظوں کے معنی اور محلِّ استعمال کا بھی پتہ چلے گا۔

(د) پہلے چھوٹے چھوٹے پیراگراف کا ترجمہ کرانا چاہیے۔ دھیرے دھیرے بڑے پیراگراف اور پھر چھوٹے چھوٹے مضامین اور کہانیوں کے ترجمے کرائے جا سکتے ہیں۔

تحریر کی درستگی اور عبارت کی پختگی کے لیے مذکورہ بالا طریقوں کے علاوہ درج ذیل باتوں پر خاص طور سے دھیان دینا چاہیے:-

۱۔ تلفظ یعنی آوازوں کی مشق

۲۔ قواعد

تلفظ بہ ظاہر (SPEAKING SKILL) کا مسئلہ ہے لیکن اس کا تعلق تحریر سے بھی خاصا گہرا ہے۔ جب تک کسی زبان میں استعمال ہونے والی آوازوں کی مشق نہیں کرادی جاتی، املا کی غلطی کا امکان بنا رہے گا۔ کیوں کہ آوازیں ہی حروف کی شکل بناتی ہیں۔ اگر آواز پر گرفت نہیں ہوگی تو ذہن میں حروف کی شکل نہیں ابھر پائے گی۔ اور جب شکل نہیں ابھرے گی تو لفظ صحیح ڈھنگ سے نہیں لکھا جاسکے گا۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ عربی بیک گراؤنڈ سے آنے والے طلبہ کی اردو تحریر اچھی اور درست ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ عربی پڑھاتے وقت اساتذہ طلبہ کو ایک ایک آواز کی اچھی طرح مشق کرادیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی ان کے کان میں کوئی لفظ داخل ہوتا ہے تو تمام آوازیں اپنی اپنی مخصوص صورت کے ساتھ ان کے ذہن میں ابھر آتی ہیں اور طالب علم ان آوازوں کا صحیح روپ آسانی سے کاغذ پر اتار دیتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے بیک گراؤنڈ سے آنے والے طلبہ جب اردو سیکھتے ہیں تو ان کے یہاں املا کی زیادہ غلطی ہوتی ہے اس لیے کہ ہندی میں تلفظ پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا۔ ہندی بیک گراؤنڈ سے آنے والے طلبہ لفظ "شربت" بار بار سننے کے باوجود "سربت" لکھتے ہیں جبکہ ش کی آواز ہندی میں بھی موجود ہے۔ اسی طرح وہ ح، خ، ز، غ، ف، ق والے الفاظ عام طور پر ہ، کھ، ج، گ، پھ اور ک سے لکھتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ آوازیں ان کی اپنی زبان میں موجود نہیں ہیں۔ اس لیے اِن سے اُن کے کان آشنا نہیں ہوتے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے طلبہ کو اردو سکھاتے وقت زیادہ توجہ حروف کی آوازوں کی مشق پر ہونی چاہیے۔ اس کے لیے ہر اسکول میں الگ سے صوتیات کی تعلیم کا بھی انتظام ہونا چاہیے تاکہ آوازوں کی ادائگی میں طلبہ کو آسانی ہوسکے۔ اس سلسلے میں لسانی رصد گاہ (LANGUAGE LAB) کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔

تحریر کی درستگی کے لیے قواعد کی تدریس بھی بہت ضروری ہے۔ عام طور

پر ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں گرامر پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ اور سند یافتہ لوگ بھی اس طرح کے جملے "آپ پڑھتے ہو" "استاد جی پڑھاتا ہے" "گرمیوں میں راتیں خوشگوار ہوتی ہے" "ہم نے یہاں اچھی راتیں گزاری" وغیرہ لکھنے لگتے ہیں۔

اس طرح کی غلطیاں قواعد پر دھیان نہ دینے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر شروع ہی میں قواعد پر توجہ صرف کی اور کرائی جائے تو اس طرح کی غلطیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی غلطیوں سے نہ صرف یہ کہ تحریر غلط ہو جاتی ہے بلکہ معنی کا صحیح ابلاغ بھی نہیں ہو پاتا اور تحریر میں بھونڈا پن الگ دکھتا ہے۔ لہذا اساتذہ کو چاہیے کہ وہ زبان سکھاتے وقت قواعد کو نظر انداز نہ کریں۔

میرا خیال ہے کہ کسی نئے طریقے کے بجائے اگر صرف انھیں رائج طریقوں کو صحیح ڈھنگ اور ایمانداری سے برتا جائے تو تحریر کی تدریس کا کام بخوبی انجام پا سکتا ہے۔

تلفظ کی تدریس کا طریقۂ کار

ثانوی زبان کی تعلیم و تدریس کے دوران ایک بڑا مسئلہ تلفظ کا درپیش ہوتا ہے۔ نئی زبان کی مخصوص آوازیں طلبہ کو قدم قدم پر پریشان کرتی ہیں اور طلبہ ان غیر مانوس آوازوں کو لے کر طرح طرح کی الجھنیں محسوس کرتے ہیں۔ ساتھ ہی انھیں ٹھیک سے ادا کر نہ پانے پر سُبکی اور شرمندگی کے احساس سے بھی دوچار ہوتے ہیں۔ نئی آوازوں کی ادائیگی میں دشواری اس لیے پیش آتی ہے کہ ان کی اپنی زبان (مادری یا پہلی زبان) کی صوتی عادتیں اتنی راسخ ہو چکی ہوتی ہیں کہ وہ کسی نئی آواز کو آسانی سے قبول نہیں کر پاتیں۔ مثلاً اردو سیکھتے وقت ہندی بیک گراؤنڈ سے آئے ہوئے طالب علموں کو اردو کی درج ذیل مخصوص آوازیں پریشان کرتی ہیں۔

خ ، ز ، غ ، ف اور ق

یہ آوازیں اس لیے پریشان کرتی ہیں کہ یہ ان کی اپنی زبان ہندی میں موجود نہیں ہیں اور ان کے لیے اجنبی اور غیر مانوس ہونے کے سبب آسانی سے ان کی زبان پر نہیں چڑھ پاتیں مگر ان مخصوص آوازوں کی ادائیگی اس لیے ضروری ہے کہ بغیر اس کے صحیح بولنا اور لکھنا نہیں آسکتا۔ اگر ان آوازوں کو صحیح طریقے سے ادا نہ کیا گیا تو ان سے بننے والے لفظوں کے معنی میں تبدیلی ہو سکتی ہے اور اس طرح ترسیل و ابلاغ میں ناکامی کی راہیں در آسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل لفظوں :- خان ، زَن ، غَل ، فَن ، قُل

کا تلفظ ہندی بیک گراؤنڈ والے طلبہ اپنی زبان (ہندی) میں موجود ان سے ملتی جلتی آوازوں کے مطابق یوں کرتے ہیں کھان ، جَن ، گَل ، پھَن ، کُل

جس کی وجہ سے معنی بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے جیسے خان (بمعنی پٹھان) کھان (خزانہ) بن جاتا ہے۔ زن (بمعنی عورت) جنتا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح غل (بمعنی شور) پھول میں، فن (بمعنی ہنر، کلا) سانپ کا پھیلا ہوا منہ میں اور قل (بمعنی کہو، بولو) خاندان (نسل) یا سارا میں بدل جاتا ہے۔ اس لیے اس مرحلے پر استاد اور طالب علم دونوں کو ہشیاری، سادھ دھانی اور صبر و تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ساتھ ہی کلاس روم میں بے تکلف اور دوستانہ ماحول بنانے کی بھی ضرورت ہے تاکہ طلبہ غیر مانوس آوازوں کی مشق بلا کسی جھجھک اور احساسِ شرمندگی کے بے فکری سے کر سکیں اور ایسے طریقے اپنانے کی بھی، جن سے نئی زبان کی مخصوص آوازوں کی پہچان اور ان کی ادائگی میں آسانی ہو سکے اور معنی کی تبدیلی کے مسائل اور ترسیل و ابلاغ کی ناکامی سے بھی بچا جا سکے۔

اس کے لیے لسانی رصدگاہی اسباق (LANGUAGE LESSONS) کی مدد لی جا سکتی ہے۔ اس طرح کے اسباق مخصوص آوازوں کی مشق کے لیے تیار کیے جاتے ہیں۔ جنھیں سیکھی جانے والی زبان کے معیاری تلفظ ادا کرنے والے اساتذہ یا اسکالرز کی آوازوں میں ٹیپ کر کے لسانی رصد گاہ (LANGUAGE LAB) میں سنایا جاتا ہے۔ اس ٹیپ کی مدد سے طلبہ اپنی زبان اور سیکھی جانے والی زبان کی آوازوں کے فرق کو آسانی سے محسوس کر لیتے ہیں اور بار بار ان آوازوں کو سننے سے ان کی اچھی طرح مشق بھی ہو جاتی ہے نمونے کے طور پر اردو کی مخصوص آوازوں پر تیار کیے گئے کچھ اسباق یہاں درج کیے جا رہے ہیں۔

اسباق شروع کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ سبق میں دو استاد ہیں، استادِ اوّل اور استادِ دوم۔

استادِ اوّل کے ذریعے ضروری ہدایات دی گئی ہیں اور استادِ دوم کے ذریعے

مخصوص آوازوں کی ادائگی ہوئی ہے ۔ دونوں استاد طلبہ سے مخاطب ہیں ۔ ہر سبق کے شروع میں پہلے آواز کی مشق کرائی گئی ہے اور بعد میں ان الفاظ کی جن میں اس آواز کا استعمال ہوا ہے ۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ مخصوص آوازوں کی مشق لفظ کی تینوں حالتوں (ابتدائی، درمیانی اور آخری) میں ہو سکے ۔ آوازوں کے فرق سے پیدا ہونے والی معنوی تبدیلی کو سمجھانے کے لیے لفظوں کے معنی بھی بتا دیے گئے ہیں تا کہ سیکھنے والے کو کہیں بھی کسی قسم کی رکاوٹ محسوس نہ ہو سکے ۔

سبق ایک

استادِ اوّل ـــــ اس سبق میں اردو کی ایک مخصوص آواز خَ کی پہچان اور
اس کی ادائگی کی مشق کرائی جارہی ہے۔ اس سے ملتی جلتی ایک
آواز آپ کی اپنی مادری زبان (سندھی میں موجود ہے۔ یعنی
کھ (ख) - مگر ان دونوں آوازوں میں کافی فرق ہے۔
دونوں کو غور سے سننے پر آپ کو بھی یہ فرق آسانی سے محسوس
ہونے لگے گا۔ لیجیے، پہلے خ کی آواز کو غور سے سنیے :۔

استادِ دوم ـــــ خَ ـــ خَ ـــ خَ ـــ خَ

وقفہ ـــــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

استادِ اوّل ـــــ اب "کھ" کو سنیے :۔

استادِ دوم ـــــ کھَ ـــ کھَ ـــ کھَ ـــ کھَ

وقفہ ـــــ - - - - - - -

استادِ اوّل ـــــ اب دونوں آوازوں کو ایک ساتھ سنیے :۔

استادِ دوم ـــــ خَ ، کھَ ـــ خَ ، کھَ ـــ خَ ، کھَ ـــ خَ ، کھَ

وقفہ ـــــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

استادِ اوّل ـــــ اب 'خَ' کی آواز سنیے اور دہرائیے :۔

استادِ دوم ـــــ خَ ـــ خَ ـــ خَ ـــ خَ

وقفہ ـــــ - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــــ اب 'کھَ' کو سنیے اور دُہرائیے :۔

استادِ دوم ـــــ کھَ ـــ کھَ ـــ کھَ ـــ کھَ

وقفہ ـــــ - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب ایک ساتھ دونوں آوازوں کو سنیے اور دہرائیے :۔
استادِ دوم ــــ خَ ، کھَ ــــ خَ ، کھَ ــــ خَ ، کھَ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ اوّل ــــ اب انھیں یوں سنیے اور دہرائیے :۔
استاد دوم ــــ کھَ ، خَ ــــ کھَ ، خَ ــــ کھَ ، خَ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ اوّل ــــ امید ہے خَ اور کھَ آوازوں کا فرق آپ نے محسوس کر لیا ہوگا۔ اب آئیے اِن آوازوں سے بننے والے کچھ الفاظ سنیں :۔
استادِ دوم ــــ خَر ــــ خار ــــ خال ــــ خانہ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ اوّل ــــ اب ان لفظوں کے معنی بھی سنیے :۔
استادِ دوم ــــ خر کے معنی گدھا۔ خار کے معنی کانٹا ۔ خال کے معنی چمڑا اور خانہ کے معنی گھر۔
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ اوّل ــــ اب کھَ سے شروع ہونے والے کچھ الفاظ سنیے :۔
استادِ دوم ــــ کھر ــــ کھار ــــ کھال ــــ کھانا
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ اوّل ــــ ان لفظوں کے معنی پر غور کیجیے :۔
استادِ دوم ــــ کھر کے معنی گھاس پھوس ، کھار کے معنی ریہ (نمک) ، کھال کے معنی چمڑا ، کھانا کے معنی بھوجن۔
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ اوّل ــــ آپ نے دیکھا کہ ان جوڑوں یعنی خر ، کھر خار ، کھار خال ، کھال اور خانہ ، کھانا میں معنوی فرق موجود ہے۔ معنوی

فرق کو سمجھنے کے لیے ان کے صحیح تلفظ کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ اب ان جوڑوں کو ایک ساتھ سنیے اور دہرائیے:۔

استادِ دوم ــــ خَر ــــ کھَر

وقفہ ــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ خار ــــ کھار

وقفہ ــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ خال ــــ کھال

وقفہ ــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ خانہ ــــ کھانا

وقفہ ــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ کچھ اور جوڑوں کو بھی سنیے :۔

استادِ دوم ــــ خول ــــ کھول

وقفہ ــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ خَلا ــــ کھَلا

وقفہ ــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ خَم ــــ کھَم

وقفہ ــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب ان لفظوں کے معنی بھی سن اور سمجھ لیجیے :

استادِ دوم ــــ خول کے معنی چھلکا، کھول کے معنی کھولنا ۔ خلا کے معنی خالی، کھلا کے معنی اچھا نہ لگا، یعنی بُرا لگا ۔ جیسے آپ کا آنا مجھے بہت کھلا۔ خم کے معنی ترچھا پن اور کھم کے معنی تھم یعنی ستون

وقفہ ــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ ابھی تک آپ نے خَ اور کھَ کی آوازوں کو لفظ کے شروع میں

سنا، اب انھیں لفظ کے درمیان میں سنیئے

استادِ دوم ــــ سَخی ــــــــ سَکھی

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب ان لفظوں کے معنی سنیے :-

استادِ دوم ــــ سخی کے معنی دانی اور سکھی کے معنی سہیلی

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب انھیں لفظ کے آخر میں سنیئے :-

استادِ دوم ــــ سیخ ــــــ سیکھ

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ ان لفظوں کے معنی پر غور کیجیے :-

استادِ دوم ــــ سیخ معنی لوہے کی سلاخ جس پر کباب بھونتے ہیں اور سیکھ کے معنی نصیحت، صلاح۔

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب آپ حرف خَ کو لفظ کے درمیان میں سنیے اور دہرائیے :-

استادِ دوم ــــ بخت ــــ بخت ــــ بخت

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ اختر ــــ اخگر ــــ دختر

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ مختار ــــ اختیار ــــ بختیار

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ اخبار ــــ رخسار ــــ خونخوار

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ اختلاف ــــ مخالف ــــ مخالفت

وقفہ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب خَ کی آواز کو لفظ کے آخر میں سنیے اور دہرائیے :-
استادِ دوم ــــ چیخ ــــ سیخ ــــ تاریخ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ دوم ــــ شاخ ــــ سلاخ ــــ سوراخ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ دوم ــــ بطّیخ ــــ دوزخ ــــ مطبخ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ اوّل ــــ اب خ اور کھ والے کچھ لفظ بولے جا رہے ہیں۔ انھیں غور سے سنیے اور اپنی کاپی میں لکھیے۔
استادِ دوم ــــ رُخ ــــ رُخ ــــ رُخ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ دوم ــــ رَکھ ــــ رَکھ ــــ رَکھ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ دوم ــــ خدا ــــ خدا ــــ خدا
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ دوم ــــ دُکھ ــــ دُکھ ــــ دُکھ
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ دوم ــــ خراب ــــ خراب ــــ خراب
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ دوم ــــ کھیت ــــ کھیت ــــ کھیت
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ
استادِ دوم ــــ لکھتا ــــ لکھتا ــــ لکھتا
وقفہ
ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ

استادِ دوم ـــ اخبارات ـــ اخبارات ـــ اخبارات
وقفہ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ
استادِ دوم ـــ خاص ـــ خاص ـــ خاص
وقفہ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ
استادِ دوم ـــ کھیل ـــ کھیل ـــ کھیل

سبق دو

(اردو کی دوسری پریشان کن آواز زَ ہے۔ عام طور پر ہندی بیک گراؤنڈ والے طلبہ زَ اور جَ میں فرق نہیں کر پاتے اور زار کو جار اور زن کو جن سمجھنے اور بکھنے لگتے ہیں۔ اس لیے خَ کی طرح زَ کی بھی مشق ضروری ہے۔ اس سبق میں زَ اور جَ کے فرق کے ساتھ ساتھ زَ کی مشق کرائی جا رہی ہے۔)

استادِ اوّل ــــ آوازِ زَ کو غور سے سنیے :۔

استادِ دوم ــــ زَ ــــ زَ ــــ زَ ــــ زَ

وقفہ - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب جَ کو سنیے :۔

استادِ دوم ــــ جَ ــــ جَ ــــ جَ ــــ جَ

وقفہ - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب دونوں آوازوں کو ایک ساتھ سنیے :۔

استادِ دوم ــــ زَ، جَ ــــ زَ، جَ ــــ زَ، جَ ــــ زَ، جَ

وقفہ - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب انھیں دہرائیے :۔

استادِ دوم ــــ زَ، جَ ــــ زَ، جَ ــــ زَ، جَ ــــ زَ، جَ

وقفہ - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب انھیں الٹ کر دہرائیے :۔

استادِ دوم ــــ جَ، زَ ــــ جَ، زَ ــــ جَ، زَ ــــ جَ، زَ

وقفہ - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب ذرا ان آوازوں سے شروع ہونے والے کچھ الفاظ سنیے

پہلے جَ سے :۔

استادِ دوم — جیب — جلیل — جینا — جنگ

وقفہ

— — — — — — — — — — —

استادِ اوّل — اب زَ سے شروع ہونے والے اِن الفاظ کو سنیے :۔

استادِ دوم — زیب — ذلیل — زینہ — زنگ

وقفہ

— — — — — — — — — — —

استادِ اوّل — اب جَ اور زَ والے ان لفظوں کے معنی سنیے اور ان پر غور کیجیے :۔

استادِ دوم — جیب کے معنی پاکیٹ — زیب کے معنی شوبھا

وقفہ

— — — — — — — — — — —

استادِ دوم — جلیل کے معنی بزرگ (بڑا) — ذلیل کے معنی رسوا (بدنام)

وقفہ

— — — — — — — — — — —

استادِ دوم — جینا کے معنی زندہ رہنا — زینہ کے معنی سیڑھی

وقفہ

— — — — — — — — — — —

استادِ دوم — جنگ کے معنی لڑائی (یُدھ) — زنگ کے معنی مورچہ (RUST)

وقفہ

— — — — — — — — — — —

استادِ اوّل — آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ آوازوں کے فرق سے معنی میں کتنا بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے صحیح بولنے، صحیح سمجھنے اور صحیح لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ آوازوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھا جائے اور پوری طرح ان کی مشق کی جائے۔ اب آپ زَ اور جَ سے بنے لفظوں کے جوڑوں کو دہرائیے :۔

استادِ دوم — ذلیل — جلیل

وقفہ

استادِ دوم — زنگ — جنگ

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ دوم — زینہ — جینا

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ دوم — زیب — جیب

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ اوّل — اب انھیں الٹ کر دہرائیے :-

استادِ دوم — جلیل — ذلیل

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ دوم — جینا — زینہ

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ دوم — جنگ — زنگ

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ دوم — جیب — زیب

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ اوّل — اب آپ زَ اور جَ آوازوں کو لفظ کے درمیان میں سنیے اور دہرائیے :-

استادِ دوم — بازی — باجی

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ دوم — سزا — سجا

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ دوم — نظم — نجم

وقفہ

- - - - - - - - - - -

استادِ دوم — مزید — مجید

وقفہ ـــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ـــ ازل ـــ اجل

وقفہ ـــ - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــ اب ان کے معنی پر غور کیجیے :-

استادِ دوم ـــ بازی کے معنی کھیل ـــ باجی کے معنی بڑی بہن
سزا کے معنی ڈنڈ ـــ سجا کے معنی آراستہ یعنی سجا سنورا۔
نظم کے معنی کویتا ـــ نجم کے معنی ستارا
مزید کے معنی زیادتی (بڑھوتری) ـــ مجید کے معنی بزرگ
ازل کے معنی شروع ـــ اجل کے معنی موت

وقفہ ـــ - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــ اب اِن آوازوں کو لفظ کے آخر میں سنیے اور دہرائیے :-

استادِ دوم ـــ باز ـــ باج

وقفہ ـــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ـــ راز ـــ راج

وقفہ ـــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ـــ موز ـــ موج

وقفہ ـــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ـــ تیز ـــ تیج

وقفہ ـــ - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــ اب ان لفظوں کے معنی پر غور کیجیے :-

استادِ دوم ـــ باز کے معنی ایک شکاری پرندہ (اِگل) ـــ باج کے معنی لگان۔
راز کے معنی بھید ـــ راج کے معنی حکومت ، موز کے معنی کیلے۔
موج کے معنی لہر ، تیز کے معنی دھاردار ـــ تیج کے معنی رعب داب (جلال)

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب کچھ ایسے الفاظ سنیے جن میں ز اور ج دونوں آوازیں موجود ہیں۔

استادِ دوم ــــ جذبہ ــــ جذبات ــــ جزا ــــ جزیرہ

اعجاز ــــ مزاج ــــ مجاز ــــ جز

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب آپ انھیں دہرائیے :-

استادِ دوم ــــ جذبہ ــــ جذبات ــــ جزا ــــ جزیرہ

اعجاز ــــ مزاج ــــ مجاز ــــ جز

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب آپ صرف ز (آج) کو لفظ کے درمیان سنیے اور دہرائیے :-

استادِ دوم ــــ بازار ــــ عزّت ــــ مزہ ــــ مزدور

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ لذّت ــــ عذر ــــ غِذا ــــ عذاب

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ عرضی ــــ مرضی ــــ غضب ــــ رمضان

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ نظر ــــ نظّارہ ــــ نظیر ــــ عظیم

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب آپ اس آواز کو لفظ کے آخر میں سنیے اور دہرائیے :-

استادِ دوم ــــ آواز ــــ لذیذ ــــ غرض ــــ محفوظ

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب ج اور ز آواز والے کچھ الفاظ بولے جا رہے ہیں انھیں غور سے سنیے اور لکھیے :-

استادِ دوم ــــ جُرم ــــ جُرم ــــ جُرم

وقفہ ــــ - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ زندگی ــــ زندگی ــــ زندگی

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ تازہ ــــ تازہ ــــ تازہ

وقفہ ــــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ اُجلا ــــ اُجلا ــــ اُجلا

وقفہ ــــ ــــ - - - - - - - -

استاد دوم ــــ ساز ــــ ساز ــــ ساز

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ رواج ــــ رواج ــــ رواج

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استادِ اول ــــ اب جو الفاظ بولے جارہے ہیں انھیں اور غور سے سنیے اور لکھتے وقت یہ دھیان رکھیے کہ زَ کی آواز کے لیے اردو میں ز کے علاوہ ذ، ض اور ظ بھی استعمال ہوتے ہیں جنھیں آپ پڑھ چکے ہیں۔

استادِ دوم ــــ زر ــــ زر ــــ زر

وقفہ ــــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ ذلیل ــــ ذلیل ــــ ذلیل

وقفہ ــــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ ضِد ــــ ضِد ــــ ضِد

وقفہ ــــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ ظلم ــــ ظلم ــــ ظلم

وقفہ ــــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ نظر ــــ نظر ــــ نظر
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ لذّت ــــ لذّت ــــ لذّت
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ مزار ــــ مزار ــــ مزار
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ راضی ــــ راضی ــــ راضی
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ ناز ــــ ناز ــــ ناز
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ لذیذ ــــ لذیذ ــــ لذیذ
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ غرض ــــ غرض ــــ غرض
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ محافظ ــــ محافظ ــــ محافظ

سبق تین

(اردو کی تیسری مشکل آواز **غ** ہے۔ عام طور پر ہندی والے اسے گ (ग) سمجھتے ہیں اور غ والے لفظوں کو بولنے، پڑھنے اور لکھنے تینوں میں غلطیاں کرتے ہیں جیسے غزل کو گجل بولتے ہیں۔ غلام کو گلام پڑھتے اور غار کو گار لکھتے ہیں۔ آواز کی صحیح پہچان نہ ہونے کے سبب صرف یہی نہیں کہ بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں غلطی ہوتی ہے بلکہ لفظوں کے معنی بھی بدل جاتے ہیں اور مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس آواز کی مشق بھی ضروری ہے۔)

استادِ اوّل ___ آواز غَ کو سنیے اور بولیے :۔

استادِ دوم ___ غَ ___ غَ ___ غَ ___ غَ

وقفہ ___ - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ___ اب گَ کو سنیے :۔

استادِ دوم ___ گَ ___ گَ ___ گَ ___ گَ

وقفہ ___ - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ___ اب دونوں آوازوں کو ایک ساتھ سنیے اور دہرائیے :۔

استادِ دوم ___ غَ ،گَ ___ غَ ،گَ ___ غَ ،گَ ___ غَ ،گَ ۔

وقفہ ___ - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ___ اب انھیں الٹ کر دہرائیے :۔

استادِ دوم ___ گَ ،غَ ___ گَ ،غَ ___ گَ ،غَ ___ گ ،غ .

وقفہ ___ - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ___ اب آپ غَ سے بننے والے لفظوں کو سنیے اور دہرائیے :۔

استادِ دوم ___ غار ___ غُل ___ غول ___ غالی

وقفہ ___ - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب گ سے شروع ہونے والے کچھ الفاظ سنیے اور دہرائیے :۔
استاد دوم ــــ گار ــــ گُل ــــ گول ــــ گالی
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - -
استاد اوّل ــــ اب آپ غ اور گ سے بننے والے لفظوں کے جوڑوں کے معنوی فرق پر غور کیجیے :۔
استادِ دوم ــــ غار کے معنی گپھا ۔ گار کے معنی کرنے والا جیسے مددگار اور گار کے معنی اولا بھی۔
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ غل کے معنی شور ۔ گل کے معنی پھول
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - -
استاد دوم ــــ غول کے معنی جھنڈ ۔ گول کے معنی چکّر دار (ROUND)
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ــــ غالی کے معنی حد سے زیادہ ۔ گالی کے معنی بدزبانی ۔
وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - - -
استادِ اوّل ــــ آپ کو محسوس ہو گیا ہو گا کہ آوازوں کے فرق سے معنی میں کیسا کیسا فرق پیدا ہو جاتا ہے ۔ اب آپ غ اور گ آوازوں کو لفظوں کے درمیان میں سنیے اور دہرائیے :۔
استاد دوم ــــ آغا ــــ آگا
وقفہ ــــ - - - - - - - - - -
استاد دوم ــــ ناغہ ــــ ناگا
وقفہ ــــ - - - - - - - - - -
استاد دوم ــــ ساغر ــــ ساگر
وقفہ ــــ - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــ اب ان جوڑوں کے معنی کے فرق پر غور کیجیے :۔

استادِ دوم ـــ آغا کے معنی مالک ـ آگا کے معنی سامنا (اگلا حصّہ)

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ـــ ناغہ کے معنی غیر حاضری ـ ناگا کے معنی ایک قوم جو آسام کے پہاڑی علاقوں میں رہتی ہے۔

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ـــ ساغر کے معنی پیالہ ـ ساگر کے معنی سمندر

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ـــ اب ان آوازوں کو لفظ کے آخر میں سنیے اور دہرائیے :۔

استادِ دوم ـــ باغ ـــ باگ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ـــ زاغ ـــ جاگ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ـــ مَرغ ـــ مَرگ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ـــ اب ان جوڑوں کے معنی سنیے اور غور کیجیے :۔

استادِ دوم ـــ باغ کے معنی پھلواڑی ـ باگ کے معنی لگام

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ـــ زاغ کے معنی کوّا ـ جاگ کے معنی (بیدار ہو) جاگو

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ـــ مَرغ کے معنی ہری گھاس ـ مَرگ کے معنی موت ۔

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اول ـــ اب غ اور گ والے لفظوں کو ایک بار پھر دہرائیے :۔

استاد دوم ــ غار ــ گار ـــــــ غُل ــ گُل

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــ غول ــ گول ـــــــ غالی ــ گالی

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــ آغا ــ آگا ـــــــ ناغہ ــ ناگا

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــ ساغر ــ ساگر ـــــــ باگ ــ باغ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــ جاگ ــ زاغ ـــــــ مَرگ ــ مرغ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــ غ کی آواز والے کچھ اور الفاظ سنیے اور انھیں دہرائیے :-

استاد دوم ــ غَلَط ــ غَلَطی ــ غلامی ــ غیر

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــ بغاوت ــ باغی ــ بغداد ــ بغیر

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــ داغ ــ چراغ ــ مُرغ ــ تیغ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ــ امید ہے کہ آپ نے غ اور گ کی آوازوں کا فرق اچھی طرح محسوس کر لیا ہو گا - اب ان دونوں آوازوں والے کچھ لفظ بولے جا رہے ہیں - انھیں صحیح صحیح اپنی کاپی پر لکھیے :-

استادِ دوم ــ غَم ــ غَم ــ غَم

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِدوم ___ گُم ___ گُم ___ گُم
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استاددوم ___ گاجر ___ گاجر ___ گاجر
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استاددوم ___ غَوْر ___ غوْر ___ غوْر
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استاددوم ___ مگر ___ مگر ___ مگر
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استاددوم ___ مغْز ___ مغْز ___ مغْز
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استاددوم ___ آغاز ___ آغاز ___ آغاز
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استادِدوم ___ آگاہ ___ آگاہ ___ آگاہ
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استاددوم ___ آگ ___ آگ ___ آگ
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استاددوم ___ سُراغ ___ سُراغ ___ سُراغ
وقفہ ___ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

استاددوم ___ بالِغ ___ بالِغ ___ بالِغ

سبق چار

(ہندی بیک گراؤنڈ کے طالب علموں کو الجھن میں ڈالنے والی چوتھی آواز فَ ہے۔ وہ اپنی مانوس آواز پھ کی طرح اسے بھی پھ ہی سمجھتے ہیں اور بولنے، لکھنے اور پڑھنے میں غلطیاں کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اس فَ کی آواز کی ادائگی میں اس حد تک OVER CONSCIOUS ہو جاتے ہیں کہ پھ والے لفظوں کو بھی فَ سے بولنے لگتے ہیں۔ مثلاً پھر کو فر، پھانسی کو فانسی، پھندا کو فندا، پھیری کو فیری، پھول کو فول، پھل کو فل وغیرہ۔ اس طرح کی غلطی وہ صرف بولنے ہی میں نہیں بلکہ لکھنے میں بھی کرتے ہیں۔ اس لیے اِس آواز کی بھی اچھی طرح مشق ضروری ہے تاکہ فَ اور پھ کا فرق اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔)

استادِ اوّل ـــــ فَ اور پھ دونوں آوازوں کو ایک ساتھ سنیے:۔

استادِ دوم ـــــ فَ، پھَ ـــــ فَ، پھَ ـــــ فَ، پھَ ـــــ فَ، پھ

وقفہ ـــــ - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــــ اب صرف فَ کو سنیے:۔

استادِ دوم ـــــ فَ ـــــ فَ ـــــ فَ ـــــ فَ ـــــ فَ

وقفہ ـــــ - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــــ اب صرف پھ کو سنیے:۔

استادِ دوم ـــــ پھَ ـــــ پھَ ـــــ پھَ ـــــ پھَ ـــــ پھ

وقفہ ـــــ - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــــ اب آپ ان دونوں آوازوں کو ایک ساتھ دہرائیے:۔

استادِ دوم ـــــ فَ، پھَ ـــــ فَ، پھَ ـــــ فَ، پھَ ـــــ فَ، پھ

وقفہ ـــــ - - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ـــــ اب انھیں الٹ کر دہرائیے:۔

استادِ دوم ــــ پھَ، فَ ــــ پھَ، فَ ــــ پھَ، فَ ــــ پھَ، فَ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اور اب فَ اور پھَ سے شروع ہونے والے کچھ الفاظ سنیے: پہلے فَ سے

استاد دوم ــــ فال ــــ فن ــــ فلک ــــ فنا

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ــــ اب پھَ سے :-

استاد دوم ــــ پھال ــــ پھن ــــ پھلک ــــ پھنا

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ لفظوں کے ان جوڑوں کو اب ایک ساتھ سنیے اور دہرائیے :-

استاد دوم ــــ فال ــــ پھال

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ فَن ــــ پھَن

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ فلک ــــ پھلک

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ فنا ــــ پھنا

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب ان کے معنی سنیے اور فرق پر غور کیجیے :-

استادِ دوم ــــ فال کے معنی شگون ۔ پھال کے معنی لوہے کا نوک دار آلہ جو ہل کے اندر زمین جوتنے کے واسطے لگاتے ہیں ۔

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ــــ فن کے معنی آرٹ (کلا) ۔ پھن کے معنی سانپ کا پھیلا ہوا منہ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ فلک کے معنی آسمان ـ پھَلک کے معنی پھپھولا، چھالا

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ فنا کے معنی مٹنا ـ پھَنا کے معنی سانپ کا پھن

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ـــ اب آپ آواز فَ کو لفظ کے درمیان میں سنیے اور دہرائیے :۔

استاد دوم ـــ جفا ـــ وفا ـــ خفا ـــ نفع

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ افسر ـــ افسانہ ـــ سفید ـــ صفائی

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ـــ اب اس آواز کو لفظ کے آخر میں سنیے اور دہرائیے :۔

استاد دوم ـــ دَف ـــ رَف ـــ صَف ـــ کَف

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ بَرف ـــ ظَرف ـــ صِرف ـــ طَرف

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ صَاف ـــ لحاف ـــ مَعاف ـــ ناف

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ـــ امید ہے آپ نے اچھّی طرح پھَ اور فَ کے فرق کو محسوس کر لیا ہوگا اور اردو کی مخصوص آواز فَ کی مشق بھی کر لی ہو گی۔ اب دونوں آوازوں والے کچھ لفظ بولے جا رہے ہیں۔ انھیں آپ غور سے سنیے اور کاپی پر لکھیے :۔

استاد دوم ـــ پھلواڑی ـــ پھلواڑی ـــ پھلواڑی

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ فرصت ـــ فرصت ـــ فرصت

وقفہ ـــــ - - - - ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ فیصلہ ـــــ فیصلہ ـــــ فیصلہ

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ پھسلن ـــــ پھسلن ـــــ پھسلن

وقفہ ـــــ - - - ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ فصل ـــــ فصل ـــــ فصل

وقفہ ـــــ ـ ـ - ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ دوم ـــ پِھسل ـــــ پِھسل ـــــ پِھسل

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ دفتر ـــــ دفتر ـــــ دفتر

وقفہ ـــــ - ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ بِپھر ـــــ بِپھر ـــــ بِپھر

وقفہ ـــــ - ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ کفن ـــــ کفن ـــــ کفن

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ گُچھا ـــــ گُچھا ـــــ گُچھا

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ کثیف ـــــ کثیف ـــــ کثیف

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ صاف ـــــ صاف ـــــ صاف

وقفہ ـــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ خوف ـــــ خوف ـــــ خوف ـــــ

سبق پانچ

(قَ اردو کی پانچویں آواز ہے جو اردو سیکھنے والے ہندی داں طلبہ کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہے۔ اس آواز کی ادائگی میں انھیں کچھ زیادہ دشواری پیش آتی ہے۔ اس آواز کو عام طور پر وہ ک کی طرح بولتے ہیں۔ اور صحیح تلفظ نہ کر پانے پر احساسِ شرمندگی سے دوچار ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اس آواز والے لفظ کے لکھنے میں کچھ زیادہ ہی غلطیاں کرتے ہیں۔ اس سبق میں اس آواز کی مشق کرائی جا رہی ہے۔)

استادِ اوّل ــــ قَ کی آواز کو غور سے سنیے اور دہرائیے :۔

استادِ دوم ــــ قَ ــــ قَ ــــ قَ ــــ قَ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب کَ کو سنیے اور دہرائیے :۔

استادِ دوم ــــ کَ ــــ کَ ــــ کَ ــــ کَ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب دونوں آوازوں کو ایک ساتھ سنیے اور دہرائیے :۔

استادِ دوم ــــ قَ، کَ ــــ قَ، کَ ــــ قَ، کَ ــــ قَ، کَ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب انھیں اُلٹ کر دہرائیے :۔

استادِ دوم ــــ کَ، قَ ــــ کَ، قَ ــــ کَ، قَ ــــ کَ، قَ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــــ اب ان آوازوں سے شروع ہوئے والے کچھ الفاظ سنیے۔ پہلے قَ سے :۔

استادِ دوم ــــ قال ــــ قاش ــــ قُل ــــ قمر

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ــــ اب کَ سے سنیے :-

استاد دوم ــــ کال ــــ کاش ــــ کل ــــ کمر

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ــــ اب ایک ساتھ ان جوڑوں کو سنیے اور دہرائیے :-

استاد دوم ــــ قال ــــ کال ــــ قاش ــــ کاش

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ قُل ــــ کُل ــــ قمر ــــ کمر

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ــــ اب انھیں الٹ کر دہرائیے :-

استاد دوم ــــ کال ــــ قال ــــ کاش ــــ قاش

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ کل ــــ قُل ــــ کمر ــــ قمر

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ــــ کَ اور قَ سے شروع ہونے والے ان لفظوں کے اب معنی سنیے اور فرق پر غور کیجیے :-

استاد دوم ــــ قال کے معنی بات چیت ــ کال کے معنی زمانہ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ قاش کے معنی پھانک ــ کاش کے معنی خدا ایسا کرے

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ قُل کے معنی بولو، کہو ــ کُل کے معنی سارا اور خاندان

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ قمر کے معنی چاند ــ کمر کے معنی جسم کا درمیانی حصہ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ــــ اب ان آوازوں کو لفظ کے درمیان میں سنیے اور دہرائیے:۔

استادِ دوم ــــ مقرّ ــــ مکرّر

وقفہ ــــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ مقدّر ــــ مکدّر

وقفہ ــــ - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ بَقا ــــ بَکا

وقفہ ــــ - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ نقط ــــ نکتہ

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد اوّل ــــ اب ان جوڑوں کے معنی سنیے اور غور کیجیے :۔

استادِ دوم ــــ مقرّر کے معنی طے شدہ (معنی)۔ مکرّر کے معنی دوبارہ (پھر)

وقفہ ــــ -

استادِ دوم ــــ مُقدّر کے معنی قسمت ۔ مُکدّر کے معنی میلا۔

بقا کے معنی زندگی ۔ بَکا کے معنی بڑبڑایا

جیسے اس نے اس کے خلاف کیا کیا نہیں بَکا۔

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ نقط کے معنی بِندی ۔ نکتہ کے معنی باریک بات

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - - -

استادِ اوّل ــــ اب ان آوازوں کو لفظ کے آخر میں سنیے:۔

استادِ دوم ــــ چاق ــــ چاک

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استادِ دوم ــــ طاق ــــ تاک

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ شق ــــ شک

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ چِق ــــ چِک

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ــــ ان لفظوں کے معنی پر غور کیجیے :۔

استاد دوم ــــ چاق کے معنی چست درست ۔ چاک کے معنی مٹی کا پہیہ جسے پھرا کرکمھار مٹی کا برتن بناتے ہیں۔

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ طاق کے معنی محراب ، یکتا ۔ تاک کے معنی گھات ، جمی ہوئی نظر

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ شق کے معنی شگاف ، دراڑ ۔ شک کے معنی شبہ

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ چِق کے معنی چلمن ۔ چِک کے معنی جھٹکا (کمر کا درد)

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ــــ اب آپ ق سے شروع ہونے والے کچھ اور الفاظ سنیے اور انھیں دہرائیے :۔

استاد دوم ــــ قاتل ــــ قتل ــــ قابل ــــ قبول

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ قدم ــــ قلم ــــ قسم ــــ قوم

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ــــ اب ق کو لفظ کے درمیان میں سنیے اور دہرائیے :۔

استاد دوم ــــ حقیر ــــ فقیر ــــ تقدیر ــــ تقریر

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــــ طاقت ــــ فرقت ــــ شفقت ــــ مقبولیت

وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ عقیق ـــ رقیق ـــ تحقیق ـــ حقوق

وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -

استاد اول ـــ اب قَ کو لفظ کے آخر میں سنیے اور دہرائیے:-

استاد دوم ـــ حق ـــ شق ـــ لق ـــ دق

وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ـــ فرق ـــ غرق ـــ زرق ـــ برق

وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ـــ شوق ـــ ذوق ـــ طوق ـــ فوق

وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -

استاد اوّل ـــ اب کچھ ایسے الفاظ بھی بولے جارہے ہیں جن میں قَ کی آواز دوبار استعمال ہوئی ہے۔ آپ غور سے سنیے اور دہرائیے:-

استاد دوم ـــ دِقّت ـــ رِقّت ـــ مشقّت

وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ـــ حُقّہ ـــ رُقعہ

وقفہ ـــ - - - - - - - - -

استاد اوّل ـــ امید ہے کہ آپ نے کَ اور قَ کے فرق کو اچھی طرح محسوس کرلیا ہوگا۔ اب دونوں آوازوں والے کچھ الفاظ بولے جارہے ہیں انھیں سنیے اور لکھیے:

استاد دوم ـــ قبول ـــ قبول ـــ قبول

وقفہ ـــ - - - - - - - - - -

استاد دوم ـــ کدال ـــ کدال ـــ کدال

وقفہ ـــ - - - - - - - - -

استاد دوم ـــ قلی ـــ قلی ـــ قلی

وقفہ ـــ - - - - - - -

استاد دوم ــــ کُلّیٓ ــــ کُلّیٓ ــــ کُلّیٓ

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ کرامت ــــ کرامت ــــ کرامت

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ قیامت ــــ قیامت ــــ قیامت

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ اقرار ــــ اقرار ــــ اقرار

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ انکار ــــ انکار ــــ انکار

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ حکومت ــــ حکومت ــــ حکومت

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ وقت ــــ وقت ــــ وقت

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ وکالت ــــ وکالت ــــ وکالت

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ فرقت ــــ فرقت ــــ فرقت

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ حقوٗق ــــ حقوٗق ــــ حقوٗق

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ ملوٗک ــــ ملوٗک ــــ ملوٗک

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ اتّفاق ــــ اتّفاق ــــ اتّفاق

سبق چھے

(اردو میں ایک آواز ایسی ہے جس کی ادائگی میں خود اردو والوں کو بھی دشواری پیش آتی ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس آواز کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔ وہ آواز ہے ژ ۔ ژ کی آواز بہت کم لفظوں میں پائی جاتی ہے - اس لیے اس کی مشق اچھی طرح نہیں ہو پاتی - بعض حضرات نے تو اس آواز کے لیے جو حرف اردو میں موجود ہے اسے حروف تہجی سے نکال دینے کی سفارش کی ہے اور کچھ قاعدہ نویسوں نے تو اسے (ژ) اپنے قاعدوں سے نکال باہر بھی کر رکھا ہے - میرے خیال میں ژ کا حروفِ تہجی میں رہنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دوسرے حروف کا - مانا کہ اس آواز والے الفاظ اردو میں زیادہ نہیں ہیں مگر اردو میں دوسری زبانوں کے وہ الفاظ بھی بولے اور لکھے جاتے ہیں جن میں یہ آواز موجود ہے مثلاً وژن ، ٹیلی ویژن ، ڈویژن وغیرہ - اس ژ کے رہنے سے سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ ہمیں اس آواز والے دوسری زبانوں کے لفظوں کی ادائیگی اور ان کے صحیح املا کے لیے الگ سے کوئی جتن کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

عام طور پر ہندی والے اور بعض اردو والے بھی ژ کو ز یا ج سے بدل دیتے ہیں جیسے ژاژ کو زاز یا جاج ، ژالہ کو زالہ یا جالا کر دیتے ہیں جس سے لفظ کا تلفظ تو بگڑتا ہی ہے ، بسا اوقات معنی میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس آواز کی مشق بھی اچھی طرح کرا دی جائے تاکہ ژ ، ز اور ج کا فرق آسانی سے سمجھ میں آسکے۔)

استاد اول ــــ اس آواز کو غور سے سنیے :-

استاد دوم ــــ ژَ ــ ژَ ــ ژَ ــ ژَ

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد اول ــــ ایک بار اور سنیے اور دہرائیے :-

استاد دوم ــــ ژَ ــ ژَ ــ ژَ ــ ژَ
وقفہ ــــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ــ اب آپ ژَ سے شروع ہونے والے کچھ الفاظ سنیے اور انھیں دہرائیے:۔
استاد دوم ــ ژاژ ــــ ژالہ ــــ ژند ــــ ژولیدہ
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ــ اب ان کے معنی سنیے :۔
استاد دوم ــ ژاژ کے معنی گھاس پات اور بے ہودہ بات ۔
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــ ژالہ کے معنی اولا، بجری۔
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــ ژند کے معنی پھٹا ہوا کپڑا۔ گدڑی اور زرتشت کی ایک کتاب کا نام جسے آتش پرست آسمانی کتاب خیال کرتے ہیں۔
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ــ ژولیدہ کے معنی۔ تتر بتر۔ الجھا ہوا۔ بکھرا ہوا۔
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استادِ اوّل ــ اب آواز ژَ کو لفظ کے درمیان میں سنیے اور دہرائیے:۔
استاد دوم ــ اژدہا ــــ اژدر ــــ مِژہ ــــ مِژگاں
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ــ اب ان کے معنی سنیے
استاد دوم ــ اژدہا کے معنی اجگر (سانپ) اژدر کے معنی بھی سانپ۔
مژہ کے معنی پلک
مژگاں کے معنی پلکیں
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اوّل ـــ اب اس آواز کو لفظ کے آخر میں سنیے اور دہرائیے :۔
استاد دوم ـــ ـــ ژاژ
وقفہ ـــ - - - - -
استاد اوّل ـــ اس آواز والے کچھ اور لفظ سنیے اور دہرائیے :۔
استاد دوم ـــ ژاژخا ـــ ژاژخائی ـــ ژالہ باری
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -
استاد دوم ـــ ژولیدہ حال ـــ ژولیدہ مو ـــ ژیاں
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استاد دوم ـــ پژمردہ ـــ پژمردن ـــ پژمردگی
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استاد اوّل ـــ اب ان لفظوں کے معنی سنیے :۔
استاد دوم ـــ ژاژخا کے معنی بے ہودہ گو ۔ بکواس کرنے والا
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استاد دوم ـــ ژاژخائی کے معنی بے ہودہ گوئی ۔ بکواس
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -
استاد دوم ـــ ژالہ باری کے معنی اولوں کی بارش ۔ بجریات
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -
استاد دوم ـــ ژولیدہ حال کے معنی پریشان حال
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - -
استاد دوم ـــ ژولیدہ مو کے معنی بکھرے ہوئے بال
وقفہ ـــ - - - - - - - -
استاد دوم ـــ ژیاں کے معنی غضبناک
وقفہ ـــ - - - - - - -

استادِ دوم ـــ پژمردہ کے معنی کملایا ہوا، مرجھایا ہوا، مایوس۔
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ـــ پژمردن کے معنی مرجھانا، مایوس ہونا، کملانا
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ـــ پژمردگی کے معنی کملاہٹ، مرجھاپن، مایوسی
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استادِ اول، ـــ اب آپ ان لفظوں کے جوڑوں کو غور سے سنیے اور فرق محسوس کیجیے:۔
استادِ دوم ـــ ژندہ ـــ زندہ
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ـــ ژیاں ـــ زیاں
وقفہ ـــ - - - - - -
استادِ دوم ـــ ژالہ ـــ جالا
وقفہ ـــ - - - - - - - -
استادِ اول ـــ اب ان کے معنی سنیے اور فرق پر غور کیجیے:۔
استادِ دوم ـــ ژند کے معنی گدڑی، پھٹا ہوا کپڑا ـ زندہ کے معنی جیتا جاگتا۔
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ـــ ژیاں کے معنی غضبناک ـ زیاں کے معنی نقصان، گھاٹا
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استادِ دوم ـــ ژالہ کے معنی اولا۔ بجری ـ جالا کے معنی وہ سفید جھلّی یا پردہ جو آنکھ میں پیدا ہو جاتا ہے۔
وقفہ ـــ - - - - - - - - - - - -
استادِ اوّل ـــ اب ان جوڑوں کو ایک ساتھ دہرائیے:۔
استادِ دوم ـــ ژندہ ـــ زندہ

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ ژیاں ـــــ زیاں

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ ژالہ ـــــ جالا

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد اوّل ــ اب انھیں الٹ کر دہرائیے :۔

استاد دوم ــ زندہ ـــــ ژندہ

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ زیاں ـــــ ژیاں

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ جالا ـــــ ژالہ

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد اوّل ــ اب کچھ لفظ بولے جا رہے ہیں جن میں ژ، ز اور ج استعمال ہوئے ہیں۔ ان کو غور سے سنیے اور کاپی پر لکھیے :۔

استاد دوم ــ ژاژ ـــــ ژاژ ـــــ ژاژ

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ زار ـــــ زار ـــــ زار

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استادِ دوم ــ مزا ـــــ مزا ـــــ مزا

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ مژہ ـــــ مژہ ـــــ مژہ

وقفہ ــــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ مژدہ ـــــ مژدہ ـــــ مژدہ

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ مُزد ــــ مُزد ــــ مُزد

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ مزا ــــ مزا ــــ مزا

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ مِژہ ــــ مِژہ ــــ مِژہ

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ جام ــــ جام ــــ جام

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ جان ــــ جان ــــ جان

وقفہ ــــ - - - - - - - - -

استاد دوم ــ تجارت ــــ تجارت ــــ تجارت

سبق سات

(آواز شَ (श) اگرچہ ہندی اور دوسری زبانوں میں بھی موجود ہے مگر اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ہندی اور دوسری زبانوں کے بیک گراؤنڈ والے طلبہ اس آواز کو ٹھیک سے ادا نہیں کر پاتے۔ انھیں اردو سکھاتے وقت یہ بھی محسوس کیا گیا ہے کہ وہ بسا اوقات OVER CON-SCIOUS ہو کر سَ کو بھی شَ بولنے لگتے ہیں اور ایسی صورت میں عجیب عجیب طرح کے گل کھلاتے ہیں۔ اس لیے اس آواز کی مشق بھی نہایت ضروری ہے)

استاد اوّل ــــ آواز شَ کو غور سے سنیے :۔

استاد دوم ــــ شَ ــــ شَ ــــ شَ ــــ شَ

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -

استاد اوّل ــــ اب سَ کو سنیے :۔

استاد دوم ــــ سَ ــــ سَ ــــ سَ ــــ سَ

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -

استاد اول ــــ اب شَ اور سَ دونوں آوازوں کو ایک ساتھ سنیے :۔

استاد دوم ــــ شَ ، سَ ــــ شَ ، سَ ــــ شَ ، سَ

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -

استاد اوّل ــــ اب انھیں الٹ کر سنیے :۔

استاد دوم ــــ سَ ، شَ ، ــــ سَ ، شَ ــــ سَ ، شَ

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -

استاد اوّل ــــ اب ان آوازوں سے شروع ہونے والے کچھ الفاظ سنیے ۔ پہلے س سے :۔

استاد دوم ــــ سان ــــ سب ــــ سیر ــــ سراب

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -

استاد اول ــــ اب شَ سے :۔

استاد دوم ــــ شان ــــ شب ــــ شیر ــــ شراب

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -

استاد اول ــــ اب ان جوڑوں کے معنی سنیے اور فرق پر غور کیجیے :۔

استاد دوم ــــ سان کے معنی دھار رکھنے کا پتھر ــــ شان کے معنی شوکت (آن بان)

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -

استاد دوم ــــ سب کے معنی کُل (سارا) ــــ شب کے معنی رات

وقفہ ــــ - - - - - - - - - - - - - -

استاد دوم ـــ سیر کے معنی سولہ چھٹانک کا وزن ـ شیر کے معنی باگھ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ سراب کے معنی مرگ ترشنا (دھوکا) ـ شراب کے معنی مدرا

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ـ اب ش اور س کو لفظ کے درمیان میں سنیے :-

استاد دوم ـــ بشر، بسر ـــ نشر، نصر ـــ بشارت، بصارت

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ـ اب ان کے معنی پر غور کیجیے :-

استاد دوم ـــ بشر کے معنی آدمی ـ بسر کے معنی گزر

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ نشر کے معنی پھیلانا، بکھیرنا ـ نصر کے معنی مدد

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ بشارت کے معنی خوش خبری ـ بصارت کے معنی آنکھ کی روشنی

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ـ اب ان دونوں آوازوں کو لفظ کے آخر میں سنیے :-

استاد دوم ـــ پاش پاش ـــ پاس پاس

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ ماش ـــ ماس

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ـ اب ان کے معنی پر غور کیجیے :-

استاد دوم ـــ پاش پاش کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ـ پاس پاس کے معنی قریب قریب
ماش کے معنی اڑد ـ ماس کے معنی مہینہ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ـ اب آپ ش سے شروع ہونے والے کچھ الفاظ سنیے اور دہرائیے :

استاد دوم ـــ شاد، شال، شام، شان، شاہ

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد دوم ـــ شر، شک، شوق، شہر، شور

وقفہ ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

استاد اول ــــ شؔ کو لفظوں کے درمیان میں سنیے:۔
استاد دوم۔ اشک، خشک، رشک، مشک، مشق
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
استاد اول۔ اب اس آواز کو لفظ کے آخر میں سنیے اور دہرائیے:۔
استاد دوم ــــ جوش، دوش، گوش، ہوش، خوش
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
استاد اول ــــ اب کچھ ایسے لفظوں کو بھی سنیے اور دہرائیے جن میں یہ دونوں آوازیں شؔ اور سؔ موجود ہوں۔
استاد دوم ــــ سوزش، پرستش، سازش، شخص، شکست، نشست
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
استاد اول ــــ امید ہے کہ آپ نے سؔ اور شؔ کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔ اب ان آوازوں والے کچھ الفاظ بولے جا رہے ہیں انھیں غور سنیے اور اپنی کاپی پر لکھیے:۔
استاد دوم ــــ سَر ــ سَر ــ سَر ــــ شَر ــ شَر ــ شَر
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
استاد دوم ــــ سال ــ سال ــ سال ــــ شال ــ شال ــ شال
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
استاد دوم ــــ شربت ــ شربت ــ شربت ــــ شرارت ــ شرارت ــ شرارت
وقفہ ــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
استاد دوم ــــ سارس ــ سارس ــ سارس ــــ کشش ــ کشش ــ کشش

یہ اسباق لسانی رصد گاہ (LANGUAGE LAB) کی غیر موجودگی میں بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ ان اسباق کے ٹیپ۔ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے کلاس روم میں سنائے جا سکتے ہیں اور اگر ٹیپ ریکارڈر بھی دستیاب نہ ہو تو یہ اسباق اساتذہ اپنی آوازیں سنا کر یا بول کر طلبہ کو مشکل آوازوں کی مشق کرا سکتے ہیں۔

ادب کا تعارف

ادب فنونِ لطیفہ[1] (FINE ARTS) کی ایک شاخ ہے جو زبان کے وسیلے سے اظہار پاتا ہے۔ دوسرے فنونِ لطیفہ کی طرح ادب کی بھی ابھی تک کوئی ٹھوس اور جامع تعریف نہیں کی جا سکی ہے۔ البتہ کچھ تعریفیں ایسی ضرور سامنے آئی ہیں جن کی مدد سے ادب کو پہچاننے میں آسانی ہو سکتی ہے۔ مثلاً

"وہ تمام علوم جو کتابوں کے ذریعہ ہم تک پہنچتا ہے، ادب ہے"
(میتھو آرنلڈ)

"ادب وہ تمام سرمایۂ خیالات و احساسات ہے جو تحریر میں آچکا ہے اور اس طرح مرتب ہوا ہے کہ اس کے پڑھنے سے قاری (READER) کو مسرت حاصل ہوتی ہے"
(برک)

---

[1] فنون لطیفہ: وہ فنون جو ذوق پر منحصر کرتے ہیں اور حسِ جمال (SENSE OF BEAUTY) کو متاثر کرتے ہیں، فنونِ لطیفہ کہلاتے ہیں۔ یعنی فنونِ لطیفہ ایسے فنون کو کہتے ہیں جن کو دیکھنے، سننے اور پڑھنے سے انسان کے لطیف اور نازک جذبات متحرک ہو اٹھتے ہیں اور دل میں مسرت اور لطف کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ فنون لطیفہ کے زمرے میں مندرجہ ذیل فنون آتے ہیں:- (۱) مصوری PANTING (۲) موسیقی MUSIC (۳) ادب LITERATURE (۴) رقص DANCE (۵) مجسمہ سازی SCULPTURE (۶) فنِ تعمیر یا عمارت سازی (۷) نقشہ کشی DRAWING

"انسانی افکار، خیالات اور احساسات کا زبان اور الفاظ کے ذریعہ اظہار ادب ہے۔"

(نیومین)

مذکورہ بالا تعریفوں کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان کے دلچسپ اور موثر (EFFECTIVE) پیرائے (ڈھانچے) میں انسانی جذبات و احساسات اور خیالات و تجربات کے اظہار کا نام ادب ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ادب وہ لطیف فن (FINE ART) ہے جس کے ذریعے ادیب اپنے جذبات، احساسات، خیالات، تجربات اور مشاہدات وغیرہ کو زبان کے ایسے حسین، دلکش اور پُرمسرت انداز میں بیان کرتا ہے جسے پڑھ کر یا سُن کر لوگوں کے جذبات حرکت میں آجاتے ہیں اور ان کے اندر لطف و انبساط (آنند اور خوشی) کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ادب کی اس تعریف سے مندرجہ ذیل خاص باتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں :-

۱- ادب ایک لطیف (نازک) فن ہے۔ ۲- اس کا موضوع زندگی ہے۔
۳- اس کے اظہار کا ذریعہ زبان ہے۔ ۴- اس کا مقصد زندگی کی ترجمانی اور لطف و مسرت کی فراہمی ہے۔

ادب کے دو حصّے ہوتے ہیں (۱) مواد (MATTER)
(۲) ہئیت (FORM)

مواد :- جو کچھ ادب میں پیش ہوتا ہے وہ مواد کہلاتا ہے۔

ھئیت :- مواد کو جس سانچے یا ڈھانچے میں پیش کیا جاتا ہے، اسے ہئیت (FORM) کہا جاتا ہے۔

اچھے ادب کی تخلیق کے لیے مواد اور ہیئت میں ہم آہنگی (COHER-ENCE) ضروری ہے۔ مواد اور ہیئت یا (معنی اور لفظ) کا رشتہ جان اور جسم کی طرح ہوتا ہے۔ ایک کمزور ہوگا تو دوسرا بھی کمزور ہوگا جس طرح

جسم اور جان (روح) اپنی اپنی طاقت سے ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں اور دونوں کی طاقت آپس میں مل کر انسانی وجود کو توانا، تندرست، سڈول اور دلکش بناتی ہے اسی طرح مواد اور ہیئت بھی اپنی اپنی تاب و توانائی یکجا کر کے تخلیق کو بامعنی خوبصورت اور دلکش بناتے ہیں۔ اقبال نے بالکل صحیح فرمایا ہے ؏

ارتباطِ لفظ و معنی اختلاطِ جان و تن

ادب کے اظہار کے دو ذرائع ہیں۔ نظم (شعری) نثر (نثری)۔ وہ ادب جو نظم کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے اسے شاعری کہتے ہیں اور وہ جو نثر کی شکل میں اظہار پاتا ہے اسے نثری ادب کا نام دیا جاتا ہے۔ ان دونوں کی بھی بہت سی ذیلی شکلیں ہیں جنھیں چارٹ کے سہارے دکھایا جا رہا ہے۔

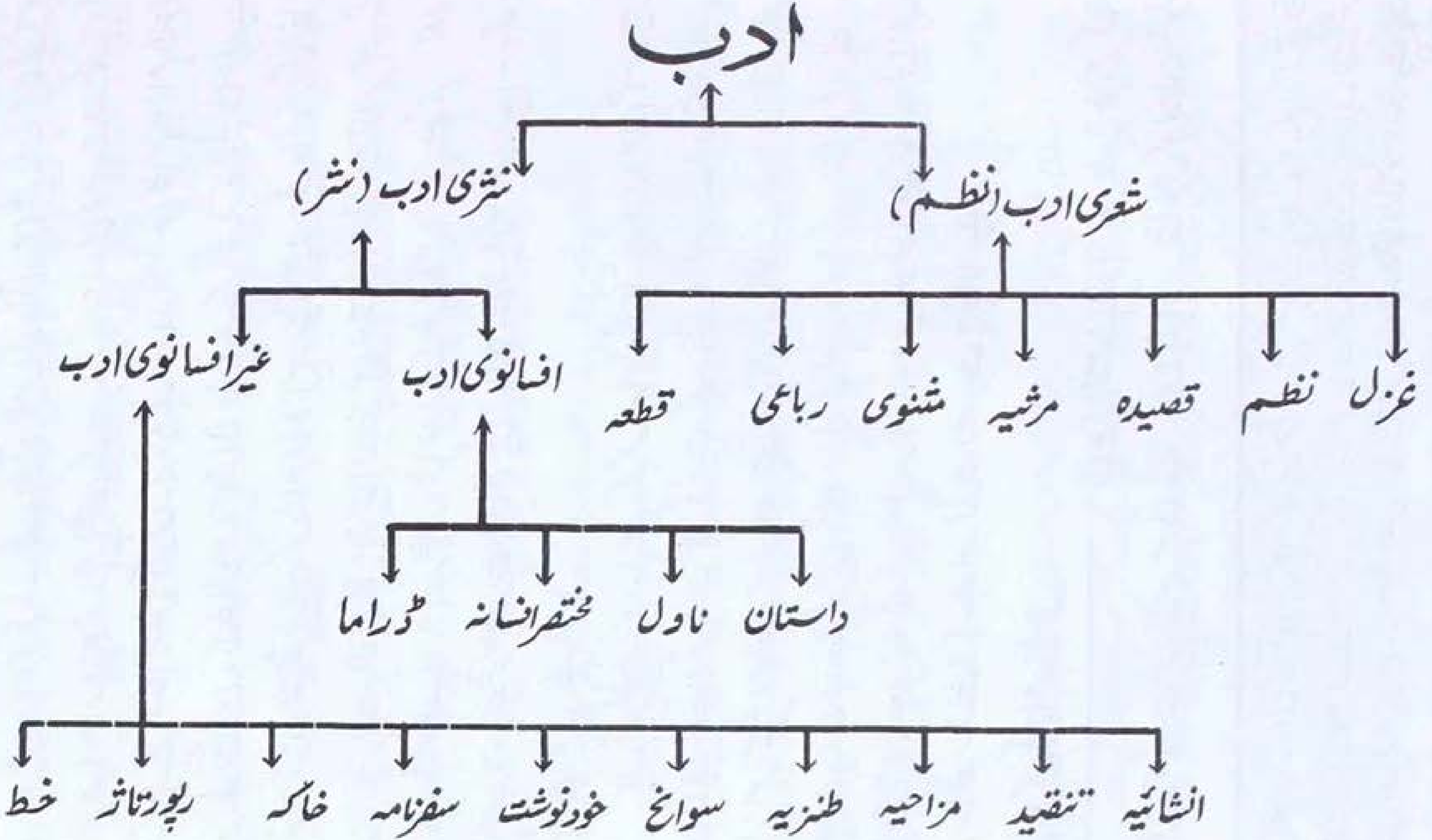
ادب
شعری ادب (نظم)
نثری ادب (نثر)
غزل
نظم
قصیدہ
مرثیہ
مثنوی
رباعی
قطعہ
افسانوی ادب
غیر افسانوی ادب
داستان
ناول
مختصر افسانہ
ڈراما
انشائیہ
تنقید
مزاحیہ
طنزیہ
سوانح
خودنوشت
سفرنامہ
خاکہ
رپورتاژ
خط

ادب کی طرح شاعری کی بھی کوئی ٹھوس اور جامع تعریف ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی شاعری کی اب تک جو تعریفیں کی جاتی رہی ہیں ان میں کچھ ایسی خصوصیات ضرور موجود ہیں جن کے سہارے شاعری کو بہت حد تک پہچانا جاسکتا ہے۔ مثلاً بعض لوگوں کے نزدیک موزوں[1] و مقفیٰ کلام کا نام شاعری ہے۔ کچھ نقادوں کے خیال میں "انسانی جذبات کے اظہار کا نام شاعری ہے۔" بعض ناقدین مترنم خیال کو شاعری کا نام دیتے ہیں۔ کچھ عالموں کی نظر میں "بہترین خیالات کا بہترین الفاظ میں بہترین انداز سے ظاہر ہونے کا نام شاعری ہے۔" اور بعض شاعروں کے خیال میں "کم سے کم اور خوبصورت سے خوبصورت الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی پیدا کرنے کا نام شاعری ہے۔"

ان تعریفوں کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ وہ کلام جس میں انسانی جذبات و تجربات موزونیت کے ساتھ خوبصورت الفاظ اور دلچسپ انداز میں پیش ہوئے ہوں اور جسے سن کر انسان کے جذبات متحرک ہو اٹھیں اور دل و دماغ میں شادمانی کی لہر دوڑ جائے، شاعری ہے۔ شاعری کا مقصد زندگی کے اصل رنگ و روپ کو نہایت تاب و توانائی کے ساتھ سامنے لانا ہے اور لذت و مسرت پہنچانا ہے۔

شاعری کی اصناف :-

شاعری مختلف انداز اور طرح طرح کی شکل و صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس بنیاد پر شاعری کو مختلف خانوں

---

[1] کلام موزوں کے معنی ہیں کلام کو ایسے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے جن کو ادا کرتے وقت آواز میں ایک خوبصورت تسلسل یا ترنم پیدا ہو جائے اور جن کے درمیان ایک لذت بخش تناسب اور توازن ہو، اسی تسلسل، لذت بخش تناسب و توازن کو موزونیت کہتے ہیں۔

میں بانٹ دیا گیا ہے اور یہی خانے شاعری کی اقسام کہلاتے ہیں یا انھیں اصنافِ سخن کا نام دیا جاتا ہے۔ اردو شاعری کی اہم اور قابلِ ذکر اصناف کو مذکورہ بالا چارٹ میں دکھایا جا چکا ہے۔ اب ایک ایک کر کے ان کا تفصیلی تعارف کرایا جا رہا ہے۔

غزل :- غزل اردو شاعری کی سب سے زیادہ مشہور و مقبول صنف ہے۔ غزل کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آج اردو کے علاوہ ہندوستان کی دوسری زبانوں میں بھی یہاں تک کہ بولیوں میں بھی غزلیں لکھی جا رہی ہیں۔ غزل کی شروعات ایران میں ہوئی۔ وہاں سے یہ فارسی کے توسط سے اردو میں آئی۔ ہندوستان میں پہلے پہل یہ دکنی میں لکھی گئی اور پھر دھیرے دھیرے سارے ملک میں لکھی جانے لگی۔

غزل عربی کا لفظ ہے جس کے معنے ہیں عورت سے یا عورت کے بارے میں باتیں کرنا۔ چوں کہ ابتدا میں عورت کے حسن و شباب اور اس سے متعلق عشق و عاشقی کی باتیں ہی غزل میں کی جاتی تھیں، اس لیے اس رعایت سے اس کا نام غزل پڑ گیا۔ مگر اب غزل کا موضوع صرف حسن و عشق تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس کے دامن میں ہر طرح کے موضوعات داخل ہو چکے ہیں۔

اصطلاح میں غزل شاعری کی اس صنف کا نام ہے جس کے پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں اور باقی اشعار کے دوسرے مصرعے میں قافیہ اور ردیف کی پابندی ہوتی ہے اور جس کا ہر شعر معنی و مطلب کے لحاظ سے اپنے آپ میں مکمّل اور ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ اس کی پہچان اس کی مخصوص ہیئت سے ہوتی ہے۔ عام طور پر غزل کی ہیئت چار اجزا سے تشکیل پاتی ہے۔ ۱- مطلع، ۲- قافیہ، ۳- ردیف، ۴- مقطع

مطلع :- غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے جس کے دونوں مصرعوں میں

قافیے کی پابندی ہوتی ہے - یہ شعر مطلع اس لیے کہلاتا ہے کہ غزل اسی سے طلوع (نکلتی) ہوتی ہے۔ کسی شعر کو مطلع کہلانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں - درج ذیل شعروں کو دیکھیے :

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

یہ تینوں اشعار مطلع کی مثالیں ہیں اس لیے کہ ان تینوں شعروں کے دونوں مصرعوں میں قافیے موجود ہیں - پہلے شعر میں بہار، اعتبار - دوسرے میں حباب، سراب - اور تیسرے میں ہُوا، دوا قافیے ہیں۔ بعض غزلوں میں ایک سے زیادہ مطلعے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں -

قافیہ :- صوتی مشابہت رکھنے والے ایسے ہم آواز الفاظ جن کے آخر کے کچھ حروف کی تکرار سب میں ہوتی ہے اور جو شعر یا مصرعے میں ردیف سے پہلے آتے ہیں قافیہ کہلاتے ہیں - قافیے کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ قافیہ وہ لفظ ہے جو کسی شعر یا مصرعے کے آخر میں ردیف کے ٹھیک پہلے آتا ہے اور دوسرے مصرعے یا شعر میں عین اسی جگہ آنے والے لفظ کے ساتھ صوتی مشابہت رکھتا ہے مگر معنی و مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور دوسرے مصرعے یا شعر میں آنے والے لفظ کی پوری پوری نقل نہیں کرتا بلکہ اس سے کچھ جُدا ہوتا ہے، جیسے ؎

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

نازکی اس کی لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اسی خانہ خراب کی سی ہے

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں — حالت اب اضطراب کی سی ہے

میر ان نیم باز آنکھوں میں — ساری مستی شراب کی سی ہے

ان شعروں میں خط کشیدہ الفاظ قافیہ ہیں۔ یہ سب کے سب ردیف "کی سی ہے" سے پہلے آئے ہیں۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ صوتی مشابہت رکھتے ہیں۔ سب معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کی پوری نقل نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے سے کچھ مختلف ہیں اور سب میں آخر کے کچھ حروف جیسے **اب** کی تکرار ہو رہی ہے۔

حباب، سراب، گلاب، اضطراب، شراب کی طرح بات، رات، مات، گھات، پات، ذات یا تدبیر، تحریر، تقدیر، تصویر یا آنا، جانا، پانا، کھانا وغیرہ الفاظ ہم قافیہ کہلائیں گے۔ قافیے کے استعمال سے شعر میں نغمگی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے معنوی حسن میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ غزل میں قافیے کی پابندی لازمی ہے۔

ردیف :- ردیف کے لفظی معنی ہیں پیچھے چلنے والا۔ ایسا لفظ یا لفظوں کا گروہ جو قافیے کے پیچھے چلتا ہے یعنی جو قافیے کے بعد آتا ہے اور جس کی تکرار ہر شعر میں ہوتی رہتی ہے، ردیف کہلاتا ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا شعروں میں "کی سی ہے" ردیف ہے۔ اس "کی سی ہے" کی تکرار تمام شعروں میں ہوئی ہے۔ یہ ردیف تین لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ویسے زیادہ تر غزلوں میں ایک لفظ کی ردیف استعمال ہوتی ہے۔ جیسے ؎

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے — زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

یہ آرزو تھی تجھے گُل کے روبرو کرتے   ہم اور بلبلِ بے تاب گفتگو کرتے

کچھ ٹھکانہ ہے ناتوانی کا   نہ اٹھا بوجھ زندگانی کا

اگر دردِ محبت سے نہ انساں آشنا ہوتا   نہ کچھ مرنے کا غم ہوتا نہ جینے کا مزا ہوتا

چوں کہ غزلوں میں ردیف کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے اس لیے یہ غزل کی ہیئت کا جزوِ ضرور بن گئی ہے مگر اسے غزل کی ہیئت کا بنیادی اور لازمی عنصر نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ ردیف کے بغیر بھی غزلیں کہی جاتی ہیں۔ اور اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ان اشعار کو دیکھیے۔

کتنی مشکل سے اسے لایا تھا گھر   دھوپ نے اس کو جھلس ڈالا مگر

آنکھ کو تو تھی گلستاں کی ہوس   اور خوابوں میں اُگے بس خار و خس

ضرب پڑتی ہے کہاں مضراب کی   بولتا ہے کس جگہ تارِ نفس

یہ تینوں شعر قافیے پر ختم ہو گئے ہیں۔ ان میں ردیف نہیں ہیں۔ جن شعروں میں ردیف نہیں ہوتی، وہ غیر مُردّف اشعار کہلاتے ہیں۔ ردیف شاعری میں غنائیت اور موسیقی پیدا کرنے میں مدد دیتی ہے اور غزل کی دلکشی اس سے دوبالا ہو جاتی ہے۔

مقطع :- غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلّص (چھوٹا نام) پیش کرتا ہے، مقطع کہلاتا ہے۔ مقطع لفظ قطع سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کٹنا یا ختم ہونا۔ چوں کہ آخری شعر پر غزل ختم ہو جاتی ہے، اس لیے اس کا نام مقطع رکھا گیا ہے۔ مقطع کہلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں شاعر کا تخلص بھی موجود ہو۔ جیسے ؎

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالب مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

اس میں لفظِ غالب شاعر کا تخلص ہے۔ ردیف کی طرح مقطع کو بھی غزل کا لازمی جزو نہیں مانا جاسکتا کیونکہ مقطع کے بغیر بھی غزلیں ملتی ہیں۔ خصوصاً جدید شعرا اپنی غزلوں میں عام طور پر مقطع پیش نہیں کرتے۔

غزل کی اِمتیازی خصوصیت :۔

وہ خصوصیت جو غزل کو دوسری تمام اصنافِ شاعری میں ممتاز کرتی ہے وہ اس کی ریزہ خیالی ہے۔ یعنی غزل کے ہر شعر میں الگ الگ مکمل بات ہوتی ہے۔ جدا جدا خیال پیش کیا جاتا ہے جو اپنے آپ میں پورا ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شعر میں محبوب کے حسن کی تعریف ہوتی ہے تو کسی میں عاشق کی حالت کا ذکر ہوتا ہے کسی میں کوئی فلسفیانہ نکتہ بیان ہوتا ہے تو کسی میں زندگی کا کوئی اور تجربہ۔ غزل کا یہی وصف اسے تمام اصناف شاعری سے ممتاز کرتا ہے اور اسکی پہچان کا ضامن بنتا ہے۔

غزل کی خوبیاں :۔

غزل کو اشارے کا آرٹ کہا جاتا ہے۔ چوں کہ غزل کے ایک ہی شعر میں کوئی بات مکمل کرنی ہوتی ہے یا پورے تجربے کو ڈھالنا ہوتا ہے، اس لیے شاعر کو اشاروں سے کام لینا پڑتا ہے اور اس کے لیے وہ تشبیہ[1]، استعارہ[2]، علامت[3] اور صنائع و بدائع کی مدد لیتا ہے اور ان کے استعمال سے غزل میں ایجاز و اختصار پیدا ہو جاتا ہے جو غزل کی ایک نمایاں خوبی ہے۔

تشبیہ :۔ کے لفظی معنیٰ ہیں باہمی مشابہت۔ اصطلاح میں دو مختلف چیزوں کے درمیان مشابہت یا اشتراک تلاش کرنے کا نام تشبیہہ ہے۔ مثلاً سیب کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اب اگر کسی عورت کے بارے میں کہا جائے کہ اس کے

گال سیب جیسے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس عورت کے رخسار میں وہ خوبی پائی جاتی ہے جسے سرخی کہتے ہیں - ایک مثال اور دیکھیے ؎

نازکی اس کی لب کی کیا کہیے　　پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں محبوب کے لب کی تشبیہہ گلاب کی پنکھڑی سے دی گئی ہے کیوں کہ دونوں میں ایک جیسی خصوصیت یعنی نزاکت (کومُلتا) پائی جاتی ہے۔

استعارہ :۔ تشبیہہ کی طرح استعارہ بھی دو مختلف چیزوں کے درمیان مشابہت ڈھونڈنے کا نام ہے۔ فرق یہ ہے کہ تشبیہہ کے برعکس اس میں حرفِ شبہ یعنی جیسے، طرح، مثل، مانند وغیرہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ زندگی سمندر کی طرح ہے تو یہ تشبیہہ ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ زندگی کا سمندر ہے تو یہ استعارہ کہلائے گا۔

علامت :۔ ایک چیز کی جگہ دوسری چیز کو لانے کا نام علامت ہے۔ مثلاً سرخ رنگ، انقلاب اور خون خرابے کی علامت ہے - ہرا رنگ امن اور شانتی کی علامت ہے۔ اسی طرح شاعری میں گل محبوب کی علامت بن کر آتا ہے اور بلبل عاشق کی علامت - اردو غزل میں کچھ علامتیں کثرت سے استعمال ہوتی ہیں جیسے گل و بلبل، شمع و پروانہ، رند، زاہد، ناصح، ساقی، ساغر، مینا، نشیمن، آشیانہ، قفس، صیاد، برق وغیرہ۔

صنائع و بدائع :۔ شاعری کو سجانے، سنوارنے اور اس کی دلکشی اور معنویت کو بڑھانے کے لیے جب کچھ خاص طرح کے الفاظ ایک خاص انداز سے استعمال کیے جاتے ہیں، تو وہ صنائع و بدائع کہلاتے ہیں۔ صنائع جمع ہے صنعت کی: صنعت کے لفظی معنی ہیں کارگری کے۔ اصطلاح میں صنعت شاعری کی اس خوبی کو کہتے ہیں جس سے شعر میں لطافت اور حسن پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ معنی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ یعنی صنعتوں سے شعر کا تاثر بڑھتا ہے اور یہ تاثر کلام کی خوبصورتی اور معنویت دونوں کو

بڑھانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ صنعتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔
(۱) **لفظی صنعت** (صنائع لفظی) :(۲) **معنوی صنعت** (صنائع معنوی)
وہ خوبیاں جو الفاظ میں پائی جاتی ہیں انھیں صنائع لفظی اور وہ خوبیاں جو معنی میں پائی جاتی ہیں انھیں صنائع معنوی کہتے ہیں۔

ان شعروں کو دیکھیے :-

آدمی کہتے ہیں جس کو ایک پتلا کل کا ہے — پھر کہاں کل، اس کو گر کل ہو ذرا بگڑی ہوئی

روتے روتے کون سویا خاک پر — ہنستے ہنستے کس کا جھولا رہ گیا

کیوں کر اس بت سے رکھوں جاں عزیز — کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی — مرے دکھ کی دوا کرے کوئی

پہلے اور دوسرے شعر میں لفظی صنعت ہے اور تیسرے اور چوتھے شعر میں معنوی صنعت۔

نغمگی و داخلیت غزل کی دوسری بنیادی خوبیاں ہیں جن کی بدولت غزل کا شعر سیدھے دل میں اتر جاتا ہے اور انسان کے رگ و پے میں کیف و مسرت کی لہر دوڑا دیتا ہے۔

غزل کے اشعار کی تعداد متعین نہیں ہے۔ عام طور پر پانچ سے انیس اشعار تک کی غزلیں ملتی ہیں مگر ایسی غزلوں کی بھی کمی نہیں ہے جن میں انیس سے زیادہ اشعار موجود ہیں۔

غزل سے متعلق کچھ اور اصطلاحات (TERMS) :-

حسنِ مطلع :- بعض غزلوں میں کبھی کبھی ایک مطلع کے بعد دوسرا مطلع بھی پایا جاتا ہے۔ اس دوسرے مطلع کو حسنِ مطلع کہا جاتا ہے۔ اس کو مطلعِ ثانی اور زیبِ مطلع بھی کہتے ہیں۔

بیت الغزل :- غزل کا سب سے اچھا شعر بیت الغزل کہلاتا ہے مگر یہ پڑھنے

والے کے ذوق پر منحصر کرتا ہے۔ کیوں کہ یہ ضروری نہیں کہ سبھی کو ایک ہی شعر اچھا لگے۔ جس کو جو شعر اچھا لگے وہی اس کے لیے بیت الغزل ہے۔

مسلسل غزل:- اس غزل کو مسلسل غزل کہا جاتا ہے جس کے تمام اشعار ایک ہی موضوع سے متعلق ہوتے ہیں۔ پھر بھی یہ نظم نہیں ہوتی کیوں کہ ایک موضوع سے متعلق ہوتے ہوئے بھی اس کا ہر شعر اپنی جگہ مکمل اور آزاد ہوتا ہے۔ نظم کی طرح مسلسل غزل کے اشعار ایک دوسرے سے جڑے ہوئے نہیں ہوتے۔

آزاد غزل:- اردو میں ایک نئی قسم کی غزل کا رواج بھی چل پڑا ہے۔ اس نئی قسم کی غزل میں پرانی غزل کے برخلاف مصرعے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ چوں کہ اس میں پرانی غزل کی طرح مصرعوں کے برابر ہونے کی پابندی نہیں ہوتی۔ اس لیے اسے آزاد غزل کہا جاتا ہے۔ نمونہ ؎

اُسی سُرمئی روشنی میں رواں، دل کا ہارا ہوا کارواں ہے
بھڑکتے چراغوں میں غم کا دھواں ہے
جسے ڈھونڈتا ہوں وہ میرے ہی دل دریچے سے لگ کر کھڑا ہے
جسے پا چکا ہوں کہاں ہے ——— (مظہر امام)

ھزل:- ہزل ایک طرح کی غزل ہی ہوتی ہے یعنی اس کی ہیئت وہی ہوتی ہے جو غزل کی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس میں غزل کے برعکس سوقیانہ، عامیانہ اور مبتذل خیالات پیش ہوتے ہیں۔ اس کے مزاح اور انداز میں بھکڑ پن اور گندگی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ مثلاً ہزل کے یہ اشعار دیکھیے ؎

لولا تری گلی میں لنگڑا تری گلی میں ؏ ہے سب اپاہجوں کا اڈا تری گلی میں

ان حسینوں نے اجاڑیں بستیاں ؏ بوم سالا مفت میں بدنام ہے

ریختی:۔ ریختی ویسے تو ایک صنف کا درجہ رکھتی ہے مگر حقیقتاً اس کا تعلق بھی غزل سے ہے۔ جو غزلیں عورتوں کی زبان، عورتوں کے الفاظ، عورتوں کے روزمرّہ محاورہ، عورتوں کے لب و لہجے اور انھیں کی جانب سے خطاب کے انداز میں کہی جاتی ہیں، انھیں ریختی کہا جاتا ہے۔ ریختی کی خاص پہچان عورتوں کے مخصوص روزمرّہ اور محاوروں کے بیان کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اس میں عشق و محبت کے بجائے ہوس کا بیان ہوتا ہے اور شاعر کی توجہ جنسی فعل اور جنسی بدعنوانی پر زیادہ مرکوز رہتی ہے ؎

اپنی مطلب کے لیے پاؤں دبا کر باجی ؎ مجھ نگوڑی کو وہ سوتے سے جگا دیتے ہیں

مرجائے یا جیئے کوئی جوتی سے آپ کے ؎ ہے رات دن فقط تمہیں اس کام سے غرض

دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو ؎ رسّی سمجھ کے بھاگی میں اک چیخ مار کر

غزل کے نامور شعرا:۔

قلی قطب شاہ، ولی دکنی، سراج اورنگ آبادی، خان آرزو، حاتم، ابرو، میر تقی میر، سودا، درد، اثر، غالب، مومن، ذوق، ناسخ، آتش، مصحفی، جرأت، داغ، امیر، جگر، یگانہ چنگیزی، شاد عظیم آبادی، حسرت، فانی، اصغر، فراق، فیض، مجاز، جذبی، مجروح، ناصر کاظمی، خلیل الرحمان اعظمی، احمد فراز، ظفر اقبال، شہریار، احمد مشتاق، محمد علوی، ندا فاضلی، بشیر بدر، پروین شاکر، عرفان صدیقی وغیرہ۔

غزل کے نمائندہ اشعار:۔

پیا باج پیالہ پیا جائے نا ؎ پیا باج یک پل جیا جائے نا

مفلسی سب بہار کھوتی ہے　　مرد کا اعتبار کھوتی ہے　　ولی

ہر طرف یار کا تماشہ ہے　　اس کے دیدار کا تماشہ ہے　　سراج

سرہانے میر کے آہستہ بولو　　ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے　　میر

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے　　ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے　　درد

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے　　آخر اس درد کی دوا کیا ہے　　غالب

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا　　جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا　　مومن

یہ آرزو تھی کہ تجھے گل کے روبرو کرتے　　ہم اور بلبلِ بے تاب گفتگو کرتے　　آتش

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں　　صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں　　داغ

اس دور میں زندگی بشر کی　　بیمار کی رات ہو گئی ہے　　فراق

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا　　تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے　　فیض

خدایا موت نہ آئے تباہ حالی میں　　یہ نام ہوگا غمِ روزگار سہہ نہ سکا　　جذبی

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر　　لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا　　مجروح

اے دوست ہم نے ترکِ تعلق کے باوجود محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی ناصر کاظمی

یوں تو مرنے کیلیے زہر سبھی پیتے ہیں زندگی تیرے لیے زہر پیا ہے میں نے
خلیل الرحمان اعظمی

رنجش ہی سہی دل ہی دکھانے کے لیے آ آ پھر سے مجھے چھوڑ کے جانے کے لیے آ فراز

بچھڑ کے تجھ سے نہ دیکھا گیا کسی کا ملاپ اڑا دیے ہیں پرندے شجر پہ بیٹھے ہوئے ظفر اقبال

سبھی کو غم ہے سمندر کے خشک ہونے کا کہ کھیل ختم ہوا کشتیاں ڈبونے کا شہریار

اک زمانہ تھا کہ سب ایک جگہ رہتے تھے اور اب کوئی کہیں کوئی کہیں رہتا ہے احمد مشتاق

دونوں کے دل میں خوف تھا میدانِ جنگ کا دونوں کا خوف فاصلہ تھا درمیان کا محمد علوی

رستے میں وہ ملا تو میں بچ کر نکل گیا اس کی پھٹی قمیص مرے ساتھ ہوگئی ندا فاضلی

یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے شکیب جلالی

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے بشیر بدر

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں بچے ہمارے عہد کے چالاک ہوگئے پروین شاکر

اب اس کے آگے تو گرداب ہے خموشی کا میں لفظ بھول رہا ہوں کوئی بچائے مجھے عرفان صدیقی

نظم :- نظم بھی غزل ہی کی طرح ایک خاصی مقبول صنف ہے اس کے لفظی معنی ہیں لڑی میں موتی پرونا اور انتظام و ترتیب۔ چونکہ نظم میں لفظوں کو مخصوص انتظام کے ذریعے موتی کی طرح پرویا جاتا ہے، اس لیے شاعری کی اس صنف کے لیے نظم کی اصطلاح نہایت موزوں اور مناسب ہے۔ اردو میں نظم کا استعمال تمام تر شاعری جس میں غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، رباعی وغیرہ سبھی اصناف شامل ہیں، کے لیے نثر کے مدِمقابل کے طور پر بھی ہوتا ہے اور ایک مخصوص صنفِ شاعری کے طور پر بھی۔

تعریف :- نظم سے مراد شاعری کی وہ صنف ہے جس میں ہر شعر اپنی جگہ مکمل نہیں ہوتا بلکہ سبھی اشعار مل کر کسی ایک واقعہ، کیفیت یا تجربے کو بیان کرتے ہیں۔ یعنی نظم میں عام طور پر کسی ایک موضوع کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ نظم میں ایک سے زیادہ موضوعات ہو سکتے ہیں مگر ان کا تعلق بنیادی موضوع سے ہونا ضروری ہے۔

ہیئت :- نظم کی کوئی مخصوص ہیئت نہیں ہوتی بلکہ یہ مختلف ہیئتوں میں لکھی جاتی ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے موٹے طور پر نظم کی تین قسمیں ایسی ہیں جو زیادہ استعمال ہوتی ہیں :-

۱۔ پابند نظم
۲۔ نظم معرّا
۳۔ آزاد نظم

پابند نظم :- پابند نظم اس نظم کو کہتے ہیں جس میں وزن، قافیہ اور ردیف وغیرہ کی پابندی ہوتی ہے۔ پابند نظم کی کوئی مخصوص شکل و صورت نہیں ہوتی۔ اس کے نمونے طرح طرح کی ہیئتوں

میں نظر آتے ہیں جیسے مسدس[1]، مخمس[2]، مربع[3]، مثلث[4]، ترکیب بند[5] وغیرہ۔ پابند نظم کی شروعات دکن سے ہوئی۔ مختلف عنوانات کے تحت دکنی شاعروں نے نظمیں لکھیں۔ لیکن ان نظموں کی تعداد بہت کم ہے۔ پابند نظم کی زیادہ تر مثالیں نظیر اکبر آبادی کے یہاں ملتی ہیں۔ نظیر کے بعد اس طرح کی نظم نگاری پر توجہ ۱۸۵۷ء کے آس پاس آزاد اور حالی کی تحریک کے زیر اثر دی گئی۔

نظمِ معرّا:۔ نظم معرّا اردو میں انگریزی سے آئی۔ انگریزی میں اس کا نام بلینک ورس ہے۔ نظم معرّا اس نظم کو کہتے

---

[1] مسدس:۔ مسدس میں چھ مصرعوں کا ایک بند ہوتا ہے۔ عام طور پر پہلے چار مصرعوں میں میں ایک طرح کے قافیے استعمال ہوتے ہیں اور بعد کے دونوں مصرعوں میں دوسری طرح کے قافیے ہوتے ہیں۔

[2] مخمس:۔ پانچ مصرعوں والے بند والی ہیئت کو مخمس کہتے ہیں۔ اس میں ہر بند کے شروع کے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں مگر پانچواں مصرعہ خلاف قافیہ ہوتا ہے۔

[3] مربع:۔ اس کا ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے بند کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ پہلے بند کے بعد والے بندوں میں ابتدائی تین مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور چوتھے مصرعے کا قافیہ وہی ہوتا ہے جو پہلے بند کا قافیہ تھا۔

[4] مثلث:۔ اس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوتے ہیں۔ پہلے بند کے تینوں مصرعوں میں ایک جیسے قافیے ہوتے ہیں۔ بعد میں آنے والے تمام بندوں کے شروع میں دو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور تیسرا مصرعہ پہلے بند کے تیسرے مصرعے کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

[5] ترکیب بند:۔ یہ ہیئت مختلف بندوں سے مل کر تشکیل پاتی ہے۔ ہر ایک بند کے شروع کے اشعار جن کی تعداد کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ گیارہ ہوتی ہے، غزل کی طرح ہوتے ہیں۔ ان اشعار کے بعد ایک اور شعر یعنی آخری شعر جو اسی وزن میں ہوتا کسی دوسرے قافیے میں لایا جاتا ہے۔ اسے ٹیپ کا شعر کہا جاتا ہے۔ ترکیب بند میں ٹیپ کا شعر ہر بند میں مختلف ہوتا ہے۔

ہیں جس میں مصرعوں کے ارکان کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ یعنی سبھی مصرعے برابر ہوتے ہیں اور قافیے کا ہونا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ اسی لیے پہلے اسے نظم غیر مقفیٰ یا بے قافیہ نظم بھی کہا جاتا تھا۔ یہاں نمونے کے طور پر اختر الایمان کی ایک مختصر سی نظم درج کی جا رہی ہے۔

اس بھرے شہر میں کوئی ایسا نہیں
جو مجھے راہ چلتے کو پہچان لے
اور آواز دے "او بے او" سرپھرے
دونوں اک دوسرے سے لپٹ کر وہیں
گرد و پیش اور ماحول کو بھول کر
گالیاں دیں، ہنسیں، ہاتھا پائی کریں
پاس کے پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھ کر
گھنٹوں اک دوسرے کی سنیں اور کہیں
اور اس نیک روحوں کے بازار میں
میری یہ قیمتی بے بہا زندگی
ایک دن کے لیے اپنا رُخ موڑ کر

اس نظم کے تمام مصرعے وزن کے اعتبار سے برابر ہیں اور پوری نظم میں قافیے کا کہیں بھی اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔

آزاد نظم :۔ آزاد نظم بھی انگریزی سے اردو میں آئی ہے۔ یہ (FREE-VERSE) کا اردو ترجمہ ہے۔ آزاد نظم نظم کی اس شکل کو کہتے ہیں جو قافیہ و ردیف سے آزاد ہوتی ہے۔ جس میں مصرعوں کے برابر ہونے کی پابندی بھی نہیں ہوتی۔ یعنی آزاد نظم کے مصرعوں میں ارکان کی تعداد یکساں طور پر نہیں رکھی جاتی۔ اسی لیے اس میں مصرعے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ اردو میں یہ ہیئت بہت مقبول ہے۔ ان دنوں زیادہ تر اردو شاعری

اسی ہیئت میں لکھی جا رہی ہے ۔ مثال کے طور پر شہریار کی یہ نظم دیکھیے ؎

میں ہواؤں کے بھنور میں
زندہ و سالم کھڑا ہوں
بے یقیں مخلوق مجھ کو کوستی ہے
مارنے کا مجھ کو حیلہ اور بہانہ ڈھونڈتی ہے
اور جب میں خودکشی کرنے کا کرتا ہوں ارادہ
بے یقیں مخلوق مجھ کو روکتی ہے ۔

غزل اور نظم کا فرق :۔ دونوں میں پہلا فرق یہ ہے کہ غزل کا ہر ایک شعر اپنے آپ میں مکمل اور جدا ہوتا ہے جبکہ نظم میں تمام شعر ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں ۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ غزل کے ہر شعر میں ایک بات ہوتی ہے جبکہ نظم میں شروع سے آخر تک ایک ہی خیال کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے ۔ ان دونوں میں تیسرا فرق یہ ہے کہ غزل کی ایک مخصوص ہیئت ہوتی ہے جبکہ نظم کی کوئی ایک مخصوص ہیئت نہیں ہوتی ۔ نظم الگ الگ ہیئتوں میں لکھی جاتی ہے ۔ ایک اور فرق ان میں یہ ہے کہ نظم کا کوئی نہ کوئی عنوان ہوتا ہے جو موضوع کی مناسبت سے رکھا جاتا ہے اس کے برخلاف غزل کا کوئی عنوان نہیں ہوتا ۔

نظم کے موضوعات :۔ نظم کے لیے موضوعات کی کوئی قید نہیں ۔ زندگی کا کوئی بھی موضوع نظم کا موضوع ہو سکتا ہے ۔

نظم کے لیے اشعار یا بند کی تعداد بھی مقرر نہیں ہے ۔ نظم مختصر سے مختصر بھی ہو سکتی ہے اور طویل سے طویل بھی ۔

اردو کے اہم نظم نگار :۔ نظیر اکبر آبادی ، محمد حسین آزاد ، حالی ، شبلی ، اقبال ، اسماعیل میرٹھی ،

اکبر الہ آبادی ، چکبست ، سرور جہاں آبادی ، عزیز لکھنوی ، اثر لکھنوی ، تلوک چند محروم ، سردار جعفری ، فیض ، جذبی ، مخدوم ، اختر شیرانی ، جمیل مظہری ، حفیظ جالندھری ، میرا جی ، ن۔م۔ راشد ، اختر الایمان ، منیب الرحمان ، عمیق حنفی ، زبیر رضوی ، بلراج کومل ، جوش ، شہریار ، خلیل الرحمان اعظمی ، شاذ تمکنت وغیرہ۔

اردو کی چند مشہور نظمیں :۔ کلجگ ، آدمی نامہ ، برسات کی بہاریں ، مناجاتِ بیوہ ، مسدسِ حالی ، مٹی کا دیا ، عدل جہاں گیری ، شکوہ جواب شکوہ ، ترانۂ ہندی ، نیا شوالہ ، خضرِ راہ ، مسجد قرطبہ ، سلمیٰ ، عذرا ، نوالہ ، تنہائی ، آوارہ ، داشتہ ، ایک لڑکا ، کسان سوداگر ، امرت ، ایکتا وغیرہ۔

قصیدہ :۔ قصیدہ اردو شاعری کی ایک اہم صنف ہے۔ اس کا آغاز عرب میں ہوا۔ عربی شاعری سے یہ فارسی میں پہنچا اور فارسی کے ذریعہ اردو میں آیا۔ شاہی اور نوابی دور تک قصیدہ کافی مقبول صنفِ سخن بنا رہا لیکن درباری عہد کے زوال کے ساتھ ساتھ اس کا بھی زوال ہوتا گیا۔ اور آج اس کی صرف تاریخی حیثیت رہ گئی ہے۔

قصیدہ لفظ قصد سے نکلا ہے جس کے معنی "ارادے" کے ہیں۔ چوں کہ قصیدہ لکھتے وقت شاعر کے ارادے کا دخل ہوتا ہے، اس لیے اس صنفِ شاعری کا نام قصیدہ پڑا۔ قصیدہ نام پڑنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ عربی میں قصیدے کا لفظی معنی "گاڑھا مغز" بھی ہوتا ہے۔ اس معنی کی رعایت سے اس صنف کا نام قصیدہ رکھا گیا کیوں کہ یہ اپنے بلند، اعلا اور پرشکوہ مضامین کے سبب تمام اصنافِ سخن میں وہی درجہ رکھتا ہے جو درجہ مغزِ سر کو انسانی جسم میں حاصل ہے۔

قصیدے کی پہچان اس کے موضوع اور ہیئت دونوں سے ہوتی

ہے ۔اس کا موضوع کسی کی مدح یا ذم (تعریف یا توہین) ہوتا ہے ۔ اس کی ہیئت بھی وہی ہے جو غزل کی ہیئت ہوتی ہے ۔ پھر بھی قصیدے کا ڈھانچہ غزل کے ڈھانچے سے مختلف ہوتا ہے کیوں کہ قصیدے کے اشعار میں غزل کے برعکس ایک طرح کا تسلسل پایا جاتا ہے اور اس میں مختلف عناصر مدح (ذم) گریز، تشبیب ، دعا وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

تعریف :۔ قصیدہ اس مسلسل نظم کو کہتے ہیں جس کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی شعروں کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور جس میں مدح یا ذم کا قصداً اہتمام کیا جاتا ہے۔

قصیدے میں عام طور پر بادشاہوں، نوابوں، رئیسوں، زمین داروں اور مذہبی پیشواؤں کی تعریف کی جاتی ہے اور کبھی کبھی شاعر اپنے ناراضگی اور خفگی ظاہر کرنے کے لیے ان کی توہین بھی کرتا ہے ۔ جن قصیدوں میں وہ بادشاہوں، نوابوں وغیرہ کی توہین کرتا ہے ، انھیں ہجویہ قصیدہ یا ہجو کہتے ہیں۔

غزل کی طرح قصیدے کا بھی پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔ مطلع سے قصیدے میں تازگی پیدا ہوتی ہے اس لیے قصیدہ گو شعرا اپنے قصیدوں میں ایک سے زیادہ مطلعوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ مطلعے قصیدے کے درمیانی حصے میں بھی لکھے جاتے ہیں۔ قصیدے کے مطلع کی یہ خوبی ہونی چاہیے کہ وہ سننے یا پڑھنے والوں کے دل و دماغ کو فوراً اپنی طرف متوجہ کر لے ۔ وہ مطلع زیادہ اچھا اور عمدہ سمجھا جاتا ہے جس میں برجستگی، شگفتگی، اور بلند آہنگی ہوتی ہے اور جس میں کسی نہ کسی طرح کا نیا پن موجود ہوتا ہے ۔ نمونے کے طور پر قصیدے کے کچھ مطلعے درج کیے جا رہے ہیں ؎

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی ۔ نہ ٹوٹی شیخ سے زنّارِ تسبیحِ سلیمانی

دہر جز جلوۂ یکتائیِ معشوق نہیں ۔ ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

اجزائے ترکیبی:۔ قصیدہ عام طور پر درج ذیل اجزا سے تشکیل پاتا ہے۔

۱۔ تشبیب
۲۔ گریز
۳۔ مدح
۴۔ دعا

بعض قصیدوں میں مدح کے بعد عرضِ حال اور حسنِ طلب بھی ہوتا ہے۔

تشبیب:۔ تشبیب قصیدے کا وہ حصّہ ہے جس سے قصیدے کا آغاز ہوتا ہے اس کے اشعار تمہید کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔ تشبیب میں ویسے تو ہر طرح کے موضوعات کی گنجائش ہے جیسے کیفیاتِ شباب، وارداتِ عشق، گردشِ چرخ، انقلابِ زمانہ، مناظرِ قدرت، اخلاق و تصوف، پند و نصیحت، طعن و تعریف، فخر و خود ستائی وغیرہ مگر خاص طور پر اس میں حسن و عشق کی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

تشبیب کے لیے کچھ شرطیں ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے

(۱) تشبیب کو نشاط انگیز ہونا چاہیے کیوں کہ اس کا مقصد ممدوح[۱] کے ذہن کو مدح سننے کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے

---

[۱] ممدوح جس کی مدح یعنی تعریف کی جائے۔

(۲) اس کے اشعار مدح سے کم ہونے چاہیں۔
(۳) اس کے اشعار کو ممدوح کے مرتبے اور حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔

گریز:- گریز قصیدے کا دوسرا اہم جز ہے۔ یہ تشبیب اور مدح دو مختلف حصّوں کو اس طرح جوڑتا ہے کہ اس میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ گریز کا سب سے بڑا وصف یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تشبیب کے اشعار کہتے کہتے شاعر مدح کا مضمون اس طرح شروع کر دے جیسے بات میں بات پیدا ہو گئی ہو۔ گریز کی یہی وہ خوبی ہے جس کی بدولت وہ قصیدے کا خاص حصّہ سمجھا جاتا ہے۔

مدح:- مدح قصیدے کا بنیادی جز ہے۔ قصیدہ گو عام طور پر اسی کے لیے قصیدے کی عمارت کھڑی کرتا ہے۔ اس لیے اس کا دلکش اور موثر ہونا بہت ضروری ہے۔ دلکشی قائم رکھنے اور اثر پیدا کرنے کے لیے الفاظ کے شان و شکوہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ممدوح کے مرتبے کا خیال رکھا جائے اور اس کی مناسبت سے مدح کی جائے۔ مدح میں ممدوح کی ایک ایک خوبی کو بڑھا چڑھا کر نہایت شاندار اور پُر وقار الفاظ میں بیان کی جاتی ہے۔ قصیدے میں عام طور پر ممدوح کے عدل و انصاف، بخشش و سخاوت، دلیری و شجاعت، علم و لیاقت اور اس کے مرتبے و حیثیت کی تعریف کی جاتی ہے۔

مدح کے اشعار تشبیب سے زیادہ ہونے چاہیں مگر زیادہ طوالت بھی مناسب نہیں۔ مدح کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ممدوح کے منصب اور مرتبے کے مطابق مضامین لائے جائیں۔ ممدوح کی وہ صفات بیان کی جائیں جو اس کے شایانِ شان ہوں۔

دعا:- قصیدے کا آخری حصّہ دعا کہلاتا ہے۔ اس میں شاعر ممدوح کی ترقی و خوش حالی اور درازیِ عمر کے لیے دعا کرتا ہے۔ اس

کے ساتھ ساتھ وہ اس کے دوستوں کی کامیابی اور دشمنوں کی ناکامی کے لیے بھی دعا مانگتا ہے۔

عرضِ حال اور حسنِ طلب :-

بعض قصیدوں میں خاص طور پر مدحیہ قصائد میں عرضِ حال اور حسنِ طلب کا عنصر بھی ہوتا ہے۔ شاعر اپنے ممدوح کی مدح کے بعد اپنا مدعا عرض کرتا ہے اور ممدوح سے صلہ و انعام طلب کرتا ہے۔ یہ حصّہ بہت نازک ہوتا ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی ممدوح کے مزاج کو رنجیدہ کر سکتی ہے اور قصیدے کا مطلب فوت ہو سکتا ہے۔ حسنِ طلب کی خوبی یہ ہونی چاہیے کہ شاعر اس خوبصورتی سے اپنے ممدوح سے صلہ یا انعام طلب کرے کہ ممدوح کے ذہن کو تکلیف نہ پہنچے اور وہ خوش ہو کر شاعر کی ضرورت پوری کر دے۔

قصیدے کی خوبیاں :-

قصیدے کا تعلق چوں کہ دربار سے رہا ہے اس کے فن پر حسن اور جمال کے ان تصورات کا گہرا اثر موجود ہے جو دربار سے وابستہ تھے۔ اسی لیے بیشتر قصیدہ نگار اسلوب اور اندازِ بیان پر اپنی مہارت اور قدرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ قصیدے کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس کی زبان پرشکوہ، پروقار اور پرتکلف ہوتی ہے۔ خطابیہ انداز، بلند آہنگی، جوش اور جزالت اس کے اسلوب کے امتیازی اوصاف ہیں۔ علمیت کا اظہار بھی قصیدے کی ایک اہم خوبی ہے۔ الفاظ کی شان و شوکت اور علمیت کے اظہار کے علاوہ تسلسلِ بیان، طرزِ ادا کی جدّت، تشبیہا و استعارات کی فراوانی، صنائع و بدائع کا التزام، مشکل زمینیں اختیار کرنا قصیدہ گو کے کمال کی کسوٹی ہیں۔

اردو کے اہم قصیدہ نگار :۔ نصرتی، سودا، ذوق، غالب، انشا، مصحفی، اسیر، منیر، امیر، محسن کاکوروی، عزیز لکھنوی وغیرہ۔

مرثیہ :۔ اردو کی چار بڑی اصناف میں سے مرثیہ بھی ایک ہے۔ قصیدے کی طرح یہ بھی ایک قسم کی تعریفی نظم ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قصیدوں میں زندوں کی تعریف کی جاتی ہے اور اس میں مردوں کی۔

مرثیہ عربی زبان کے ایک لفظ "رثا" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں مردے پر رونا اور آہ و زاری کرنا۔ چوں کہ مرثیہ میں کسی کی موت پر افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے اس لیے اس رعایت سے اس کا نام مرثیہ رکھا گیا۔ مرثیہ کی پہچان اس کے موضوع سے ہوتی ہے۔

تعریف :۔ ایسی نظم جس میں کسی کی موت پر اس کی خوبیوں کو بیان کر کے افسوس کا اظہار کیا جائے، مرثیہ کہلاتی ہے۔

اردو میں دو طرح کے مرثیے ملتے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق لکھنے والے کے کسی عزیز، دوست یا ملک و قوم کے مشہور لوگوں کی موت سے ہے اور دوسرے وہ جو حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت اور واقعاتِ کربلا پر لکھے گئے ہیں۔ پہلی قسم کے مرثیے کو شخصی اور دوسری قسم کے مرثیہ کو غیر شخصی، کربلائی یا اردو مرثیہ کہا جاتا ہے۔ اردو مرثیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس انداز میں یہ مرثیے لکھے گئے ہیں، اردو کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں ملتے۔ گویا یہ خالص اردو زبان کی دین ہیں البتہ شخصی مرثیہ اردو میں عربی سے بذریعے فارسی آیا ہے۔

مرثیہ کے لیے کوئی ہئیت مخصوص نہیں ہے۔ مختلف ہیئتوں میں اس کے نمونے ملتے ہیں مگر واقعات کربلا سے متعلق مرثیے زیادہ تر مسدس کی ہیئت میں لکھے گئے ہیں۔

شخصی مرثیے عام طور پر مختصر ہوتے ہیں اور مختلف ہیئتوں میں لکھے جاتے ہیں۔ اس کے ابتدائی حصے میں مرنیوالے کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں اور آخری حصے میں اس کی موت پر رنج وغم اور افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے۔

کربلائی مرثیے نسبتاً طویل ہوتے ہیں۔ ان میں کربلا کے دل دہلا دینے والے واقعات کو تفصیلات وجزئیات اور محاکات کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے مسدس کی ہیئت کے علاوہ ایک مخصوص قسم کی تکنیک بھی استعمال کی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس میں ڈرامے اور رزمیہ (EPIC) کی سی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ تکنیک مختلف طرح کے اجزا سے ترتیب پاتی ہے۔ مثلاً چہرہ، سراپا، رخصت، آمد، رجز، جنگ، شہادت، بین وغیرہ۔ یہ اجزا اس لیے وضع کیے گئے ہیں تاکہ کربلا کے تاریخی واقعات اور جنگی مناظر پیش کرنے میں ایک طرح کا منطقی تسلسل قائم رہ سکے۔ ان اجزا کی بدولت پورے مرثیے میں ایک کہانی کا سا انداز پیدا ہو جاتا ہے اور کردار نگاری، منظر نگاری، جذبات نگاری وغیرہ کے مناظر بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ اجزا مرثیہ کے اجزائے ترکیبی کہلاتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کربلائی مرثیے میں ان تمام اجزائے ترکیبی کی پابندی کی جائے۔ بہت سے مرثیے ایسے ہیں جن میں ان میں سے کچھ اجزا کی پابندی کی گئی ہے اور کچھ کی نہیں۔ البتہ جنگ، شہادت اور بین یہ تین اجزا تقریباً تمام کربلائی مرثیوں میں لازمی طور پر پائے جاتے ہیں۔

چہرہ :۔ یہ مرثیہ کا ابتدائی جز ہوتا ہے اور تمہید کی حیثیت رکھتا ہے۔ قصیدے میں جو مقام تشبیب کو حاصل ہے تقریباً وہی مقام مرثیے میں چہرہ کو حاصل ہے۔ اس میں شاعر بیان ہونے والے واقعات و شہادت کا مختصراً تعارف کراتا ہے اور رونما ہونے والے حالات کے لیے

فضا بھی تیار کرتا ہے۔

سراپا:۔ مرثیے میں چوں کہ حق و باطل کے تصادم کو پیش کیا جاتا ہے اور حق و باطل کی نمائندگی مختلف کردار کرتے ہیں۔ مثلاً حق کی نمائندگی حضرت امام حسینؑ اور ان کے عزیز و اقارب کرتے ہیں اور باطل کی نمائندگی یزید اور اس کی فوج کے دوسرے جنرل کرتے ہیں۔ انھیں کرداروں کی شکل و صورت، وضع قطع، لباس و انداز اور شان و شوکت کے بیان کا نام سراپا ہے۔ سراپا بیان کرتے وقت مرثیہ نگار کرداروں کے مرتبے، ان کی حیثیت اور عمر کا بھی خیال رکھتا ہے تاکہ ہر کردار اپنی الگ الگ پہچان کے ساتھ سامنے آسکے۔

رخصت:۔ مرثیے کا وہ جز رخصت کہلاتا ہے جس میں میدانِ جنگ میں جانے والا سپاہی حضرت امام حسینؑ اور اپنی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی سے رخصت مانگتا ہے۔ اور اسے رخصت کرتے وقت اس کا ایک ایک رشتہ دار اپنے رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔

آمد:۔ میدانِ جنگ میں مجاہد کس آن بان شان اور بے خوفی سے دشمن کے مقابل آتا ہے، اس کے بیان کو آمد کہا جاتا ہے۔

رجز:۔ رجز کے لفظی معنی ہیں میدانِ جنگ میں پڑھے جانے والے اشعار۔ اس حصے میں میدانِ جنگ میں لڑنے والے دونوں فریق کے بہادر سپاہی ایک دوسرے کے آمنے سامنے جنگ سے پہلے اپنی طاقت، بہادری اور خاندانی برتری کا اظہار نہایت ہی جوشیلے انداز میں کرتے ہیں۔

جنگ:۔ یہ مرثیے کا سب سے اہم حصہ ہوتا ہے۔ اس میں میدانِ کربلا کے واقعات اور میدانِ کارزار کے نقشے کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ جنگ کا ایک ایک منظر آنکھوں میں ابھر آتا ہے۔ یہ وہ حصہ

ہے جہاں مرثیہ نگار اپنے فن کا خوب خوب مظاہرہ کرتا ہے۔

شہادت :۔ اس حصّے میں امام حسین یا ان کے کسی ساتھی کا بہادری سے جنگ کرتے کرتے مارا جانا، اسے خیمے میں لانا اور مرنے والے کے رشتے داروں کی بے قراری دکھائی جاتی ہے۔

بین :۔ مرثیہ کا آخری جز بین کہلاتا ہے۔ اس میں شہید ہونے والے سپاہی کی موت پر اس کے متعلقین کی بے قراری اور آہ و زاری بیان کی جاتی ہے۔

مرثیے کی خوبیاں :۔ مرثیہ بیانیہ شاعری کی مثال ہے۔ اس لیے اس میں بیانیہ کی ساری خوبیاں موجود ہوتی ہیں۔

ساتھ ہی رزم نامہ (EPIC) کا وصف بھی اس میں پایا جاتا ہے۔ مرثیہ میں محاکات سے کام لیا جاتا ہے اور ایک ایک منظر کی ہو بہو تصویر کشی کی جاتی ہے۔

اردو کے نمائندہ مرثیہ نگار :۔ میر خلیق، ضمیر، میر انیس، مرزا دبیر وغیرہ کربلائی مرثیہ کے اہم لکھنے والے ہیں۔ مرزا غالب، حالی، چکبست وغیرہ نے شخصی مرثیہ کی کامیاب نمونے پیش کیے ہیں۔

نمائندہ مرثیے :۔ مرثیۂ عارف، مرثیۂ غالب، مرثیۂ گوکھلے وغیرہ (شخصی مرثیے)

مرثیہ حضرت امام حسینؓ، مرثیہ حضرت قاسم کی شہادت، مرثیۂ حُر وغیرہ بہترین کربلائی مرثیے ہیں۔

مثنوی :۔ مثنوی اردو شاعری کی ایک اہم اور مقبول صنف ہے۔ مثنوی سے مراد شاعری کی وہ صنف ہے جس میں کسی واقعے یا قصّے کو تسلسل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

مثنوی کے لفظی معنی ہیں " دو دو " یا دوہرا کرنا - اصطلاح میں مثنوی اس صنفِ شاعری کو کہتے ہیں جس کے ہر ایک شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ہر شعر کے بعد قافیہ بدلتا رہتا ہے - یعنی ہر شعر میں الگ الگ قافیے لائے جاتے ہیں اور جس میں عام طور پر عشق و محبت کی کوئی داستان پیش کی جاتی ہے - مثلاً

دِوانی سی ہر سمت پھرنے لگی   درختوں میں جاجا کے گرنے لگی
ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب   لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
خفا زندگانی سے ہونے لگی   بہانے سے جا کے رونے لگی
نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا   نہ کھانا، نہ پینا نہ لب کھولنا

مندرجہ بالا تمام اشعار کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہیں اور ہر ایک شعر کا قافیہ ایک دوسرے سے مختلف ہے ۔ مثلاً پہلے شعر میں " پھرنے، گرنے " ہے - دوسرے میں " اضطراب، خواب " ہے - تیسرے میں " ہونے، رونے ،، اور چوتھے میں " بولنا ، کھولنا " لائے گئے ہیں۔

غزل کی طرح مثنوی کے لیے بھی ردیف ضروری نہیں ہوتی - ردیف ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی - اوپر کے اقتباس میں دوسرے اور چوتھے شعر میں ردیف نہیں ہے -

مثنوی عام طور پر چھوٹی بحر میں لکھی جاتی ہے - اس کے لیے کچھ خاص بحریں مخصوص ہیں جن کی تعداد سات ہے -

مثنوی کی قسمیں :-

اردو میں تین طرح کی مثنویاں ملتی ہیں -

(۱) بزمیہ (عشقیہ)

(۲) رزمیہ (جنگی)

(۳) متصوفانہ (صوفیانہ)

بزمیہ:- جس مثنوی میں عشق و محبت کی کوئی داستان پیش کی جاتی ہے اسے بزمیہ یا عشقیہ مثنوی کہتے ہیں۔ پھولبن، قطب مشتری، سحر البیان، زہر عشق، گلزار نسیم وغیرہ بزمیہ مثنوی کی مثالیں ہیں۔

رزمیہ:- جس مثنوی میں جنگ کے واقعات کا ذکر ہوتا ہے اسے رزمیہ مثنوی کہتے ہیں۔ علی نامہ، جنگِ امیر حمزہ وغیرہ رزمیہ کے عمدہ نمونے ہیں۔

متصوفانہ (صوفیانہ):- جس مثنوی میں صوفیانہ خیالات اور تصوف کے نکات بیان کیے جاتے ہیں، اسے متصوفانہ مثنوی کہا جاتا ہے۔ گلشنِ حسن و دل، من لگن متصوفانہ مثنوی کی کامیاب مثالیں ہیں۔

دوسری اصنافِ سخن کی طرح مثنوی کے لیے بھی اشعار کی قید نہیں ہے۔ ویسے عام طور پر مثنوی طویل ہوتی ہے۔

اردو میں مثنوی "صنفِ سخن" کے علاوہ ہیئت کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ یعنی مثنوی کی ہیئت دوسری طرح کی نظموں کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔

اردو کے نامور مثنوی نگار:- ملا وجہی، ابن نشاطی، نظامی، غواصی، شیخ احمد جنیدی، خواجہ محمود بحری، وجدی، میر حسن، مرزا شوق، میر اثر، پنڈت دیا شنکر نسیم، مصحفی وغیرہ۔

اُردو کی نمائندہ مثنویاں:- کدم راؤ پدم راؤ، پدماوت، قطب مشتری، طوطی نامہ، پھول بن، سیف الملوک و بدیع الجمال، من لگن، سحر البیان، بحر المحبت، دریائے عشق، زہر عشق، گلزار نسیم وغیرہ۔

رباعی :- رباعی بھی اردو کی ایک اہم صنف ہے ۔ یہ ایک چھوٹی سی صنف ہے جس میں صرف چار مصرعے ہوتے ہیں ۔

رباعی عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں چار چار ، چوں کہ اس صنف میں صرف چار ہی مصرعے استعمال ہوتے ہیں اس رعایت سے اس کا نام رباعی رکھا گیا ہے. اصطلاح میں ایسی نظم کو رباعی کہتے ہیں جو ایک مخصوص بحر اور مخصوص اوزان میں لکھی جاتی ہے اور فکر و خیال کے اعتبار سے مکمل ہوتی ہے ۔ رباعی کے ۲۴ اوزان مخصوص ہیں ۔ رباعی کے ابتدائی تینوں مصرعوں میں خیال تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتا اور آخری مصرعے میں اس کی تکمیل ہوتی ہے ۔ رباعی کے پہلے ، دوسرے اور چوتھے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور تیسرا بے قافیہ ۔

جیسے :-

غنچے تری زندگی پہ دل ہلتا ہے
بس ایک تبسم کے لیے کھلتا ہے
غنچے نے کہا کہ اس چمن میں بابا
یہ ایک تبسم بھی کسے ملتا ہے

کچھ شعرا تیسرے مصرعے میں بھی قافیہ لاتے ہیں مگر اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں ۔

رباعی یوں تو عام طور پر فلسفیانہ خیالات کے لیے مخصوص ہے مگر اس میں عشقیہ مضامین بھی پیش کیے جاتے رہے ہیں ۔

رباعی میں ردیف ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی ۔

رباعی کے نمائندہ شعرا :- میر انیس ، حالی ، امجد حیدر آبادی ، یگانہ ، فراق ، جوش ، اختر انصاری ، جگت موہن لال رواں ، جگن ناتھ آزاد ، شمس الرحمان فاروقی ، مخمور سعیدی ، سلطان

اختر وغیرہ۔

رباعی کے چند نمونے :۔

کیا تم سے بتائیں عمر فانی کیا تھی
بچپن کیا چیز تھی جوانی کیا تھی
یہ گل کی مہک تھی وہ ہوا کا جھونکا
اک موجِ فنا تھی، زندگانی کیا تھی

مفلس ہوں نہ دولت ہے نہ سرمایہ ہے
مجھ سے کیا پوچھتا ہے کہ کیا لایا ہے
یارب تری رحمت کے بھروسے امجد
بند آنکھ کیے بس یوں ہی چلا آیا ہے

بلبل کی طرح دشت میں چہکا ہوں میں
پتھر پہ مثالِ سبزہ لہکا ہوں میں
باغات کی دنیا میں مہکنے والو
صحرا میں گلاب بن کے مہکا ہوں میں

دنیا نے عجب نقش جما رکھا ہے
ہر اک کو غلام اپنا بنا رکھا ہے
پھر لطف یہ ہے کہ جس سے پوچھو وہ کہے
اس عالمِ آب و گل میں کیا رکھا ہے

قطعہ :۔ ——— قطعہ بھی اردو میں شاعری کی ایک صنف کی حیثیت سے مقبول ہے۔ قطعہ کے لفظی معنی "ٹکڑے" کے ہیں۔ غزل میں شاعر جب کسی خیال کو ایک شعر میں نہ کہہ کر اسے ایک سے زیادہ شعروں میں مکمل کرتا تھا تو ایسے شعروں کو قطعہ بند اشعار کہا جاتا تھا۔ انھیں قطعہ بند اشعار کے لیے بعد

میں قطعہ کی اصطلاح رائج ہوئی - اور شاعروں نے اسے الگ سے ایک ہیئت کے طور پر برتنا شروع کر دیا یعنی غزل کی ہیئت میں خیال کو نظم کی طرح تسلسل کے ساتھ پیش کرنے لگے - اسی لیے قطعہ کی تعریف میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ غزل کی شکل میں نظم کہنے کا نام قطعہ ہے - دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قطعہ میں ہیئت تو غزل کی اپنائی جاتی ہے مگر مضموں یا خیال نظم کی طرح مسلسل ہوتا ہے -

قطعے کے تمام اشعار ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں اور معنی کی تکمیل کی خاطر ایک دوسرے کے محتاج بھی ہوتے ہیں -

قطعہ کے اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے تاہم کم سے کم دو شعروں کا ہونا لازمی ہے - اردو میں یوں تو دو سے زیادہ اشعار والے قطعے بھی لکھے گئے ہیں مگر زیادہ تر توجہ دو شعروں والے قطعے پر دی گئی ہے - اور کچھ شاعروں نے تو صرف اسے ہی اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے -

دو شعروں والے قطعے کی صورت رباعی سے ملتی جلتی ہے مگر دو شعر والے قطعے رباعی سے اس معنی میں مختلف ہیں کہ ان کے اوزان رباعی سے الگ ہوتے ہیں - رباعی کی طرح ان کے اوزان کی کوئی قید نہیں - اس کے لیے فلسفیانہ خیال کی بھی شرط نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ رباعی کی طرح اس کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے ہم قافیہ ہوں اور تیسرا مصرعہ بے قافیہ ہو -

اردو کے نامور قطعہ گو شعرا :- اکبر الہ آبادی ، اختر انصاری ، ساحر ، فراق ، شاد عظیم آبادی ، نرلش کمار شاد ، نشور واحدی وغیرہ -

قطعات کے نمونے :-

جن کو ہے عیشِ دل میسّر وہ ہائے کیا کھلکھلا کے ہنستے ہیں
اور ہم بے نصیب اے اختر مسکرانے کو بھی ترستے ہیں

چند کلیاں نشاط کی چن کر مدّتوں محوِ یاس رہتا ہوں
تجھ سے ملنا خوشی کی بات سہی تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں

رات یوں دل میں تری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے
جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

بھیگ جاتی ہیں جو پلکیں کبھی تنہائی میں کانپ جاتا ہوں مرا درد کوئی جان نہ لے
اور ڈرتا ہوں کہ ایسے میں اچانک کوئی مری آنکھوں میں تجھے دیکھ کے پہچان نہ لے

رہ گئے نا آشنا احباب غائب ہو گئے ہم نفس جو ایک دو باقی تھے وہ صاحب ہو گئے
وقتِ بد میں کون رکھتا ہے رفاقت کا خیال ہم نشیں اپنے رقیبوں کے مصاحب ہو گئے

مصنف کی دیگر تصانیف

۱۔ پانی ــــــــــــ ناول

۲۔ کینچلی ــــــــــــ ناول

۳۔ کہانی انکل ــــــــــــ ناول

۴۔ دویہ بانی ــــــــــــ ناول

۵۔ فسوں ــــــــــــ ناول

۶۔ مم ــــــــــــ ناول

۷۔ وش منتھن ــــــــــــ ناول

۸۔ شوراب ــــــــــــ ناول

۹۔ کوئلے سے ہیرا ــــــــــــ ڈراما

۱۰۔ مشرق معیارِ نقد ــــــــــــ تنقید

۱۱۔ زبان وادب کے تدریسی پہلو ــــــــــــ درس وتدریس

۱۲۔ تدریس شعروشاعری ــــــــــــ درس وتدریس

۱۳۔ لسانی کھیل ــــــــــــ درس وتدریس

زیرِ طبع :۔

(۱) شبلی کے تنقیدی نظریات ــــــــــــ تحقیق

(۲) ہندی شاعری پر اردو کے اثرات ــــــــــــ تحقیق

(۳) خواب کے پاؤں ــــــــــــ شاعری

(۴) سرخ رو ــــــــــــ (خاکوں کا مجموعہ)

ملنے کا پتہ
بُشریٰ پبلی کیشنز
بشریٰ حمزہ کالونی، نزد اقرا کالونی نیوسر سید نگر، علی گڑھ